ہفت روزہ خدام الدین لاہور



اسبابِ محبت

اسبابِ محبت پانچ ہیں۔ کمال(۱)، جمال(۲)، احسان(۳)، قرب(۴) اور اطاعت و فرمانبرداری(۵)۔

پانچواں سبب یعنی اطاعت و انقیاد تو ایسا ہے کہ رب العالمین کا حریمِ عظمت اس سے بلند ہے۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کسی کے مطیع یا فرمانبردار نہیں۔ البتہ اس پانچویں سبب کے علاوہ باقی چاروں سبب دامنِ الوہیت سے وابستہ ہیں۔ جن کا تقاضہ ہے کہ بندہ اپنے رب کا محب اور عاشق جانباز ہے۔

(حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رح)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

رشوت شرعی نظر میں بہت بڑا سنگین جرم ہے اور اس کے حلال بنانے میں حیلے تراشنا یہ اس کو اور سنگین بنا دیتا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قالَ لعن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم الراشی والمرتشی (رواہ ابوداؤد و رواہ احمد والبیھقی فی شعب الایمان عن ثوبان وزاد والرائش یعنی الذی یمشی بینھما ——— (مشکوٰۃ ص ۳۲۶) —

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت کھانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اور کتب حدیث میں ثوبان سے اس شخص پر بھی لعنت مذکور ہے جو درمیان میں رشوت کا معاملہ طے کرنے والا ہو۔

عن ابی امامۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال من شفع لاحد شفاعۃ فاھدی لہٗ ھدیۃ علیھا فقبلھا فقد اتیٰ بابا عظیماً (رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ ص ۳۲۶)

ترجمہ: ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی شخص کے معاملہ میں صحیح سفارش بھی کی اور اس کے بعد اس کے سامنے سفارش کرنے والے نے کوئی ہدیہ پیش کیا اور اس نے اس کو قبول کر لیا تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بھی بڑی سود خوری کے برابر ہے۔

شرح: رشوت کی حرمت اور اس کی حیثیت مذکورہ بالا ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اس ایک جرم میں تین شخص مجرم قرار دیئے جاتے ہیں۔ اسلام میں جرائم کے انسداد کے لیے صرف قوانین کا وضع کر دینا یہ ناکافی سمجھا گیا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ذہنیت اور معاشرت کی تبدیلی پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اور انسان کے ضمیر پر ایک ایسی طاقت کا دباؤ ڈالا گیا ہے جو حاضر و غائب اس کے دل پر یکساں مستولی ہے اسی قرآن کریم میں بہت سے مقامات میں آئین و ضوابط کا تذکرہ فرما کر یا تو اتقوا اللہ کا لفظ فرما دیا گیا ہے یا یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ جو کچھ تم کہتے یا کرتے ہو وہ پوشیدہ ہو یا علانیہ ان میں سے کوئی بات ہمارے علم سے باہر نہیں رہتی۔ وہ براہ راست بھی ہم سنتے اور جانتے ہیں۔ اور ہماری سی۔آئی۔ڈی کے دو فرشتے تمہاری ایک ایک حرکت اور سکون کو ضبط تحریر میں لاتے رہتے ہیں اور اس سے آگے بڑھ کر تمہارے اچھے برے افعال خود تمہارے اعضا ایسے اثرات چھوڑ جاتے ہیں جو دنیا میں زبان حال سے اور آخرت میں زبان قال سے ان پر شاہد ہوں گے۔ آج بھی ایک پولیس افسر ایک مشتبہ آدمی کو دور سے دیکھ کر یہ تاڑ لیتا ہے کہ فلاں مال کی چوری اسی نے کی ہے اور صرف اپنے تجربہ اور قیافہ شناسی سے اس کو گرفتار کر لیتا ہے۔ اس کا مطلب یہی تو ہے کہ اس کی چوری کے اثرات کچھ نہ کچھ اس کے جسم اور چہرے سے نمایاں ہونے لگتے ہیں تو پھر آپ کو اسی طرح انسان کے دوسرے افعال کی شہادت میں آخرت کے دن شبہ کرنے کی کیا وجہ ہے، شریعت میں لعنت وہ آخری لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سب سے بڑھ کر راندۂ درگاہ کے لیے یعنی ابلیس شیطان کے لیے استعمال فرمایا ہے۔ یہی لفظ رشوت کے معاملہ میں استعمال فرمایا ہے۔

اب اگر کسی کے دل پر اس آخری لفظ کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تو پھر وہ صرف قانون سے کیا متاثر ہو سکتا ہے؟

حکومتیں یہاں کتنا غلط قدم اٹھاتی ہیں کہ خود حکام کی رشوت کی تحقیق کے لیے ایک دوسرا محکمہ قائم کرتی ہیں۔ جس کا نام "اینٹی کرپشن" (ANTI-CORRUPTION) ہے۔ اس کا حاصل عوام کے حق میں صرف یہ نکلتا ہے کہ پہلے جو رشوت ایک جگہ دی جاتی تھی۔ اب دو جگہ دینی پڑتی ہے۔ اور یہ کوئی نہیں سوچتا کہ اگر اینٹی کرپشن کے افسران قابل اعتماد ہیں تو ان ہی کو اصل حاکم کیوں مقرر نہیں کیا جاتا۔ اس محکمہ کی وجہ سے پہلے افسران کے اوپر فطرتاً یہ اثر پڑتا ہے کہ جب ہم حکومت کی نظر میں یوں بھی رشوت خور ہو سکتے ہیں۔ پھر کیوں ہم رشوت لینا نہ شروع کر دیں۔ یعنی ان کی ذہنیت خود بخود مجرمانہ بن جاتی ہے۔

انقلابِ افغانستان

ہفتہ رفتہ برادر پڑوسی ملک افغانستان میں جو کچھ ہوا وہ اتنا اندوہناک اور پریشان کن ہے کہ دن گذر جانے کے باوجود قلبِ ناتواں کی یہ کیفیت ہے کہ وہ قابو میں نہیں اور کچھ لکھنا لکھانا مشکل ہو رہا ہے۔ ایک ایسا ملک جس کے عوام عام طور پر دیندار سمجھے جاتے ہیں، جہاں سلطان محمود غزنوی اور حکیم سنائی جیسے لوگ محوِ آرام ہیں۔ جس کے ایک خطّہ قندھار کو یہ لازوال شرف حاصل ہے کہ وہاں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے گلِ سرسبد خواجہ دوست محمد قندھاری قدس سرہٗ نے جنم لیا۔ اور خلقِ خدا کو فیضیاب کیا۔ وہ ملک جس کے عوام نے انتہائی افراتفری اور عالمی سطح پر مسلمانوں کی غلامی کے دور میں بھی اپنی آزادی و حریت کو برقرار رکھا، جس نے برِصغیر کے ہزاروں پروانگانِ شمعِ حریت کو اپنے جلو میں پناہ دی، جس کے غیور عوام نے اپنے بادشاہ کو اس لیے مسترد کر دیا کہ اس کی بیوی نے بے پردگی اختیار کی، جس کی دھرتی پر انگریزی سامراج کا خود کاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی اپنی جھوٹی نبوت کا پیغام نہ پہنچا سکا اور جب اس کے دو مبلغ وہاں گئے تو ارشادِ نبوت کے مطابق انہیں موت کی نیند سلا دیا گیا۔ آج وہ ملک خون کے سمندر میں غرق ہو چکا ہے۔ بے شمار افراد بے دردی سے موت کی نیند سلا دیئے گئے۔ مسلمانوں نے مسلمانوں کے خون کے ساتھ ہولی کھیلی، طیارے، ٹینک اور آگ لگانے والے بم استعمال کیے، یہ اسلحہ استعمال کرنے والے بھی محمدِ عربی کے نام لیوا تھے اور جن کے خلاف استعمال ہوا وہ بھی اسی کے غلام!

ستم تو یہ ہے کہ "انقلابیوں" نے آتشِ انتقام بجھانے کے لیے برسرِ اقتدار حریفوں تک کو ہی نہیں اڑایا بلکہ ان کے خاندان کی مستورات اور معصوم بچوں تک کو توپوں سے اڑا دیا ــــــ فیا للعجب و یا حسرتا۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ افغانستان کے اندرونی معاملات ہیں۔ ان پر قلم نہیں اٹھانا چاہیئے۔ لیکن صاحب! ہم تو مسلمان ہیں۔ اس رشتہ سے اہلِ افغانستان ہمارے بھائی اور عزیز دوست! پھر یہ بھی ہے کہ غیور افغانیوں نے ہماری آزادی کے لیے جو خدمات سرانجام دیں۔ اس اعتبار سے وہ ہمارے محسن ہیں۔ انھوں نے تحریکِ ہجرت کے دوران برِصغیر کے ہزاروں مسلمانوں کو

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد: ۲۳ ؛ شمارہ: ۲۹
۱۲ تا ۱۸ مئی ۱۹۷۸ء ؛ ۲ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ

اس شمارے میں

رئیس الادارہ
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

مدیرِ منتظم: میاں محمد اجمل قادری
مدیر: سعید الرحمن علوی
مدیر معاون: ارشد حسن ثاقب
شعبہ کتابت: محمد افضل، عبد الحمید

عنوانات: عبد الرشید نفیس رقم مدظلہٗ

بدل اشتراک: سالانہ ۶۰ روپے، ششماہی ۳۰ روپے
اشتہارات ... فی پرچہ

پبلشر مولانا عبید اللہ انور۔ پرنٹر الٰہی بخش۔ مطبع کاسمو پرنٹرز ۴۰ موری گیٹ لاہور

اپنے دامن میں پناہ دی۔ امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ جیسے سچے انقلابیوں کو ٹھکانہ دیا۔ اور حضرت شیخ الہندؒ جیسے مجاہدِ عظیم و بطلِ جلیل کی عظیم تحریک ریشمی رومال کے لیے بڑی قربانی دی اور افرادی قوت سے اس کو تقویت بخشی۔ جب یہ صورتحال ہے تو ہم کیسے قلم نہ اٹھائیں، ہم تو اس نبی کے نام لیوا ہیں۔ جس نے "اسلام" سے آگے بڑھ کر انسانی قدروں کی پاسداری کا سبق دیا۔ اور اس پر جو الہامی تعلیم نازل ہوئی اس نے بتلایا کہ "سب لوگ ایک مرد و عورت کی اولاد ہیں"۔ پھر اس نبی امّیؐ نے "اسلام" کے مقدس رشتہ کی بنیاد پر ایک دوسری کی غم خواری و غم گساری کا سبق دیا۔ اس نبی رحمت نے فرمایا:

کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے بنیاد کی اینٹوں کی مانند ہے، جو ایک دوسرے سے قوت حاصل کرتی ہیں۔

آپ نے مزید فرمایا:

کہ مسلمان کا باہمی معاملہ ایسے ہے جیسے ایک جسم کے اعضا کہ جب ایک عضو تکلیف محسوس کرتا ہے تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔

تو پھر ہم اس انسانی المیہ پر خون کے آنسو کیوں نہ بہائیں اور کیوں اپنے طور پر حالات کی تہہ کا پتہ نہ لگائیں۔ جن کی وجہ سے یہ المیہ رونما ہوا۔

اور آپ یہ بھی تو دیکھیں کہ اس امام الانبیاء اور مظلوم و بے کس انسانیت کے غم خوار، نبی مکرم، رسول معظم، قائد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے عالمگیر اور تاریخ ساز اجتماع کے موقع پر کیا فرمایا تھا؟

اس نے عزّت و خون اور مال و دولت کے باہمی احترام پر زور دیا اور فرمایا:۔

"کہ میرے بعد اہل کفر کی روش اختیار نہ کرنا کہ ایک دوسرے کے گلے ناپنے لگو"۔

اس کی تعلیم کا تو یہ عالم ہے کہ طائف و احد میں زخم کھا کر بھی "دعا" ہی کرتا ہے اور بد دعا کے تقاضے پر فرماتا ہے

"کہ میں دنیا میں رحمت کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ لعنت و ملامت کے لیے مبعوث نہیں ہوا"۔

اور اس نے "فتح مکہ" کے موقع پر ایسے عالم میں جب کہ زندگی کے خونی دشمن پوری طرح شکنجہ میں تھے۔ "عفو عام" کا اعلان کر کے ایک ایسی مثال قائم کی جس کی مثال "تاریخ انسانیت" میں نہ پہلے نظر آتی ہے نہ بعد میں۔

لیکن ہم ہیں کہ اس مقدس تعلیم کے باوصف ایک دوسرے کے گلے ناپ رہے ہیں، ہمارے ہاتھوں ہماری عزتیں محفوظ نہیں، ہماری بے عملی و بدعملی "اسلام" کی ترقی کی راہ کا سب سے بڑا روڑا ہے ہم بھول گئے ہیں اس بات کو کہ "جارج برناڈشا" نے ایک صدی کے اندر اندر یورپ میں اسلام کے غلبہ کی نوید سنائی تھی اور جب اس کے رفقاء نے اسے اسلام قبول کرنے کا کہا تو اس نے ایک ایسا جواب دیا جو ہماری بے عملی و بدعملی کے خلاف ایک تازیانہ اور احتجاج تھا۔ اس نے کہا:

"کہ میں ایسے بے عمل مسلمانوں میں شامل ہونا پسند نہیں کرتا"۔

اور آج تو مسئلہ بے عملی سے کہیں آگے بڑھ گیا ہے، ہم میں سے بہت ایسے ہیں جن کی فکر و نظر کے پیمانے تبدیل ہو چکے ہیں اور جو "دینِ حنیف" کی سیدھی سادی اصطلاح کے بجائے اپنے آپ کو دائیں اور بائیں بازو کی کافرانہ تقسیم میں منقسم ہو کر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور نہیں محسوس کرتے کہ ہماری بدقسمتی و نامرادی کا بنیادی سبب یہی ہے کہ ہم لوگ جو ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب اور ایک قبلہ کے ماننے والے ہیں، ملکوں ملکوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ ہماری اجتماعیت "ہباءً منثورا" ہو چکی ہے۔ ہم اسلامی سیکرٹریٹ تو بناتے ہیں۔ اسلامی خلافت کے احیاء کی کوشش نہیں کرتے۔ جبکہ ہمارا ایک خلیفہ اور ایک سیاسی پلیٹ فارم ہونا چاہیئے۔ ہمارے قانون کی بنیاد قرآن و سُنّت ہونے چاہئیں۔ ہماری کرنسی، ہمارا دفاعی اور ہمارا داخلی خارجی پروگرام یکساں ہونا چاہیئے لیکن ہم دائیں اور بائیں بازو کے چکر میں پڑے ہوتے ہیں اور ہماری حیثیت یہ ہو چکی ہے کہ نہ گھر کے نہ گھاٹ کے، اسلام کو کیا چھوڑا کہ ہم اللہ کی رحمت و نصرت سے محروم ہو گئے، کشمیر، فلسطین، اریٹریا جیسے مسائل ہمارے گلے کا ہار بنے ہوتے ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ "اقوام متحدہ" کے نام کی دہائی دیتے ہیں اور بس۔

جب کہ ہم جانتے ہیں اور ہمارا تجربہ ہے کہ اقوام متحدہ کفن چوروں کی ایسی انجمن ہے جس کا مقصد محض چھوٹی اقوام کو پریشان کرنا ہے اور بس۔ اقوام متحدہ ہے کیا؟ پانچ نام نہاد بڑوں کی ایسی دھال چوکڑی جو جب چاہیں "ویٹو" کا

حق استعمال کرکے افراتفری اور پریشانی کا ماحول پیدا کر دیں۔

اس پس منظر میں جب ہم اپنے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو از حد پریشانی ہوتی ہے اور یہی پس منظر ہماری بربادیوں کا باعث و ذریعہ ہے۔ آج پورا عالم اسلام "انقلاب" کی زد میں ہے اور جب اور جہاں انقلاب آتا ہے تو صورتِ حال ایسی ہو جاتی ہے جو پورے عالم اسلام کو ہلا کر رکھ دیتی ہے اور تازہ انقلاب افغانستان تو اپنی سنگینی و شدت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے، ہم سوچ نہیں سکتے کہ مسلمان کا یہ کردار بھی ہو سکتا ہے اور مسلمان اتنا سنگدل اور منتقم مزاج بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے حریف کے خاندان تک کو بھون ڈالے۔

یہ صورتحال ہمیں دعوت غور و فکر دیتی ہے کہ ہمارے بڑے مل کر بیٹھیں اس صورتحال کا جائزہ لیں۔ بدقسمت اور تباہ حال افغانستان اور اس کے پریشان حال باسیوں کی حالتِ زار کی طرف توجہ دیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم اپنی وحدت و اجتماعیت کا اہتمام کریں۔ اپنے وسائل کو استعمال میں لا کر اپنی دنیا آپ بنائیں۔ امریکہ اور روس اور دوسرے نام نہاد "وڈیروں" کے چنگل سے نکل کر اپنے خدا پر اعتماد و بھروسہ کر کے اپنی فکر و نظر کا زاویہ درست کریں اور اپنی اخلاقی و عملی کی اصلاح کر کے "خلیفۃ اللہ فی الارض" کے منصب پر اپنے آپ کو فائز کریں —— اس طرح تو ہم اس اندوہناک صورتحال سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔ بصورتِ دیگر ہم اسی طرح دنیا میں ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے اور کوئی بھی ہماری مدد و امداد کو نہیں پہنچے گا —— قدرت کا قانون اور فیصلہ اٹل ہے۔

"اگر اللہ تمہاری مدد کو آئے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ اور اگر وہاں سے تمہاری رسوائی کا فیصلہ ہو جائے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کو آئے"؟

اور اللہ تعالیٰ کی مدد و امداد کا دارومدار دینِ حق کی خدمت میں ہے۔ اس کے بغیر نصرتِ الٰہی کا حصول ناممکن ہے۔

ہم توقع اور امید رکھتے ہیں کہ اس "المیہ" سے ہماری آنکھیں کھل جائیں گی۔ اور ہم اغیار کی سازشوں کو سمجھ کر راہِ حق کی طرف پلٹ آئیں گے —— اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدمی نصیب فرمائے۔

ع ا (۸-۸-۸)

نصاب دینیات کا مسئلہ

مجلس تحفظ حقوق اہل سنت کے رہنما مولانا عبدالمجید ندیم نے اس اخباری خبر پر تشویش کا اظہار کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ:

"وفاقی مشاورتی کونسل نے فیصلہ کیا ہے کہ نصاب دینیات کی جداگانہ حیثیت کو ختم کر کے قرآن و سنت پر مبنی غیر متنازعہ مواد شامل اشاعت کیا جائے تاکہ قومی یکجہتی کو فروغ حاصل ہو۔"

جداگانہ نصاب دینیات سابقہ دور کے بد دیانت شدہ دماغوں نے اپنا کر ملک و ملت کے لیے جو مسائل پیدا کیے ان پر اسی دور میں اسمبلی کے اندر اور باہر بہت کچھ کہا گیا اور بہت کچھ لکھا گیا۔ اب جو نیا اعلان سامنے آیا ہے تو یہ ایک اتنا مبہم ہے کہ اس سے الجھاؤ اور پریشانی پیدا ہو رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک محدود اقلیت خلیفہ رابع سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے خاندان کو ہی سب کچھ قرار دیتی ہے۔ جبکہ اہل سنت سوادِ اعظم بھی آپ کی مسلّمہ حیثیت کے قائل و معترف ہیں اور اس کے خلاف کو الحاد و بے دینی سمجھتے ہیں۔ لیکن جہاں تک باقی محسنانِ ملت حضرات صحابہ کرام بالخصوص خلفائے ثلاثہ اور ازواج مطہرات و بنات نبی کا تعلق ہے انہیں یہ محدود اقلیت جس حیثیت میں یاد کرتی ہے وہ سب کو معلوم ہے۔

اب اگر غیر متنازعہ کا یہ مفہوم ہے کہ اس عنوان کو ہی سرے سے اڑا دیا جائے تو یہ صورتِ حال قبول نہیں ہو گی۔ سیدھی سادہ بات یہ ہے کہ قرآن و سنت ایک کسوٹی ہے تو خلافت راشدہ کا سنہری دور اس کی عملی تعبیر۔ اس عملی تعبیر کو "غیر متنازعہ" کے چکر میں اڑانے کا سوچا گیا تو ملت اسے برداشت نہیں کرے گی۔

نصاب کے سلسلہ میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ وہ پاکستان کی واضح اکثریت کے عقائد و نظریات کا عکاس ہونا چاہیے۔ اور اس کی تدوین و ترتیب کے لیے ملت کے نمائندہ اہلِ فکر و نظر علماء کی خدمات حاصل کی جائیں۔ سابقہ دور کی طرح من مرضی کے نمائندے نہ لیے جائیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس نازک مرحلہ پر سنجیدگی و متانت کا مظاہرہ کیا جائیگا اور نادان دوستوں کی دوستی سے محفوظ رہنے کی کوشش کی جائے گی۔

مجلسِ ذکر —— مرتبہ : محمد عثمان غنی

تزکیۂ نفس

جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ —— (سورۃ کہف)

ترجمہ :- تو ان لوگوں کی صحبت میں جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں ، اسی کی رضا مندی چاہتے ہیں ۔

ذاکرین کی جماعت

یہ آیت حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر پڑھا کرتے تھے ۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ صبح و شام نشست و برخاست محبّت پیار ان لوگوں کے ساتھ رکھئے جو یادِ خدا کرتے ہیں ۔ سو آپ خوش قسمت ہیں کہ اسی جماعت کے ساتھ آپ کا تعلق ہے ؎

گند ہم جنس باہم جنس پرواز

کبوتر با کبوتر باز با باز !

کبوتر کبوتروں کے جھنڈ میں ، کوّے کوّوں میں ، کتے کتوں میں ، بلیاں بلیوں میں خوش رہتی ہیں ۔ آپ کو اللہ نے اپنی یاد کی توفیق سے نوازا ، کوئی گوجرانوالہ سے ، کوئی سیالکوٹ سے ، کوئی شیخوپورہ سے آیا ہے ، مقامی طور پر بھی کوئی رحمان پورے سے ، کوئی ماڈل ٹاؤن سے کوئی مسلم ٹاؤن سے ، کوئی شالامار سے محض یادِ خدا کے لیے جمع ہوئے ہیں ۔ یقیناً وہی ہے وہ جماعت جس کے ساتھ صبح و شام نشست و برخاست رکھنے کا حکم ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ !

میری عمر بھی اسی میں گزری ہے ۔ اور چالیس سال تک تقریباً حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے اس خدمت کی اسی جگہ توفیق دی اور کچھ صاحبان میری نظر میں ایسے ہیں جو میری عمر سے پہلے کے یہاں تشریف لا رہے ہیں اور اب تک آرہے ہیں ۔ یہ ہے استقامت حضرتؒ فرمایا کرتے تھے : اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَۃَ وَلَا تَطْلُبُوا الْکَرَامَۃَ فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَۃَ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ ۔ یہ استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی جماعت سے تا زیست وابستہ رکھے ۔ آمین ۔

ایک واقعہ

حضرت ایک بزرگ کا واقعہ بیان کیا کرتے تھے کہ اس کے پاس کوئی طالب آیا اور دیر تک اس کی صحبت میں رہا ۔ اپنے مقصد کی تکمیل نہ ہونے پر ناکام واپس جاتے ہوئے مایوس سا ہوا ۔ انھوں نے پوچھا بھائی آتے ہوئے بڑے خوش تھے لیکن جاتے ہوئے بڑے رنجیدہ خاطر ہو ۔ اس نے کہا ، جی میں آیا تھا اس خیال سے کہ آپ بہت بڑے بزرگ ہوں گے ، بہت بڑے صاحبِ کرامت ہوں گے ، میں آپ سے بہت استفادہ کروں گا ۔ لیکن میں نے اس سارے دور میں کوئی چیز دیکھی نہیں ۔ انھوں نے کہا اتنا بتاتے جاؤ کبھی ہم نے فرائض و سُنن میں سے کوئی ترک کیا ہو یا واجبات چھوڑے ہوں ۔ اس نے کہا نہیں یہ تو نہیں ہوا فرمانے لگے ، اللہ کے بندے ! اس سے بڑھ کر تم کیا کرامت چاہتے ہو ؟

دو نور

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ دو چیزیں تم میں چھوڑے جا رہا ہوں ، لَنْ تَضِلُّوْا ، ہرگز تم گمراہ نہیں ہو گے ۔ اگر مضبوطی سے تھامے رکھا ۔ ایک ہے اللہ کی کتاب اور دوسری سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ حضرت علیؓ نے پوچھا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ قوم گمراہی کی انتہا کو پہنچ جائے گی تو اس وقت ان کی اصلاح کس طرح ممکن ہو گی ؟

تو آپ نے فرمایا جن چیزوں سے اس کی اصلاح پہلے ہوئی تھی انہی سے اس وقت اصلاح ممکن ہوگی۔

موجودہ حکومت کے لیئے دعا!

تیس تاریک سالوں کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو ایک ایسی حکومت عطا فرمائی ہے، جس نے اس ملک میں خدا اور رسول کے قانون کی بات شروع کی ہے، ورنہ گزشتہ تیس سال میں جتنی بھی حکومتیں آئیں، وہ اپنے اقتدار کی جنگ لڑتی رہیں۔۔ اسلام اور اللہ کا دین دونوں کی نظروں سے ہٹتا رہا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس حکومت ہی سے اپنے دین کی سربلندی کا کام لے لے۔

فوجی حکومت کو عموماً برا کہا جاتا ہے۔ لیکن موجودہ حکومت نے اسلام کے قانون کے نفاذ کا عزم کر رکھا ہے۔ وہ سودی کاروبار اور شراب پر مکمل پابندی لگانے کا قانون بنانے کے لیے مثبت اقدام کر رہی ہے۔ اندازہ لگایئے، یہ کام وہ حکومت کر رہی جس کو عرفِ عام میں بُرا کہا جاتا ہے اور جو حکومتیں عوام کی "نمائندہ" تھیں اور عوام کی مرضی کے مطابق کام کرنا چاہتی تھیں وہ دین سے بہت ہی زیادہ دور چلی گئیں۔ حتیٰ کہ مسلم مسجد میں حاملینِ دینِ متین کے ساتھ، جس طرح ظلم وستم ہوا اس کی مثال نہیں ملتی۔ بہرحال ہمارا فرض ہے کہ موجودہ حکومت کے ساتھ تعاون کریں، کیونکہ یہ لوگ نیکی کے کاموں کی طرف متوجہ ہیں۔ ارشادِ ربانی بھی ہے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ (المائدہ ۲)

بے شک آپ بُرائی میں تعاون نہ کیجئے لیکن معاملہ الٹا ہے۔ یہاں برائی اور بے حیائی میں تو تعاون ہو رہا ہے۔ اور نیکی میں تعاون کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موجودہ حکومت کی کوششوں کو کامیاب بنائے اور اس ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی ملک بنائے۔

رُوح اور جسم

انسان کو اللہ نے روح اور جسم سے مرتب کیا۔ جسم تو غذاؤں سے پرورش پاتا ہے اور رُوح کی غذا ذکر اللہ ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ

اگر اطمینانِ قلب چاہتے ہو تو وہ اللہ کے ذکر کے سوا نصیب نہیں ہو سکتا۔ آج ساری دنیا سرگرداں ہے، یادِ خدا نہیں کرتی اور اطمینان قلب سے محروم ہے، کوئی گانے بجانے سے تسکین چاہتا ہے، کوئی دولت سے، کوئی کثرتِ اولاد سے، کوئی اقتدار کی بہت بڑی جنگ لڑ کے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سوائے اللہ والوں کے کسی کو کبھی بھی اطمینان حاصل نہیں ہوا۔ اطمینان حاصل ہوا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو ان کے غلاموں کے غلاموں کو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جسم کا بھی حق ادا کرتے ہیں اور رُوح کا بھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ قرآن کا لبِّ لباب اور خلاصہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اِعْطَآءُ ذِيْ كُلِّ حَقٍّ حَقَّهٗ، ہر حقدار کا حق ادا کرو، یہی قرآن کا لبِّ لباب اور خلاصہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کا حق خدا کو، بندوں کو نہ دو۔ باپ کا حق باپ کو دو، اس کے خلاف کسی کو نہ دو، بیوی کا حق بیوی کو دو غیر کو نہ دو، بہن کا حق بہن کو دو، پڑوسی کا حق پڑوسی کو دو، حضور نے فرمایا مجھے جبرائیل نے آکر پڑوسیوں کے حقوق جب بیان کرنا شروع کیے اور میں نے جب صحابہؓ سے بیان کیا تو صحابہؓ کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں پڑوسی کو ہماری وراثت میں شریک نہ کر دیں۔ اندازہ لگائیں۔ اور پڑوسی کو چالیس گھر تک بتایا گیا ہے۔ چالیس گھر ادھر چالیس گھر اُدھر۔ ان کی شادی غمی میں شریک ہونے کی تاکید ہے۔ مگر آج کل معاملہ اس کے برعکس ہے۔

دنیا مسافر خانہ ہے

اللہ تعالیٰ نے صرف وقتی طور پر ہمیں یہاں بھیجا ہے۔ یہ دنیا مسافر خانہ ہے۔ وہ بد قسمت ہے جو مسافر خانے میں جی لگا لے اور یہیں آرائش و زیبائش کا سامان کرے، اور یہ خیال کرے کہ یہاں سے کوچ کرنا ہی نہیں ہے۔ مثلاً آپ نے یہاں سے کراچی جانا ہے اور ویٹنگ روم میں آپ بیٹھے ہیں تو بجائے کراچی جانے کے سفر کا وقت تو یونہی نکل گیا اور ویٹنگ روم میں بیٹھے ہوئے آرائش کا سامان کر رہے ہیں زیبائش

ے

کا سامان کر رہے ہیں ، کھانے پینے کا سامان کر رہے ہیں اور یہ پتہ ہی نہیں ہے کہ گاڑی کی روانگی میں صرف دو منٹ باقی ہیں اور اگر وہ چلی گئی تو آپ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ مگر اس گاڑی میں تو فرشتوں نے آپ کو گھسیٹ کر وہاں پر بٹھا دینا ہے۔ اس میں تو آپ بیٹھیں نہ بیٹھیں یہ آپ کی مرضی ہے۔ وہاں لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ (اعراف ۳۴) ایک منٹ آگے پیچھے نہیں ہو سکتی موت۔ اس موت سے پہلے پہلے ہی ہم نے جو کچھ کرنا ہے ، کرنا ہے۔ سو یہ پرچے کی تیاری کا وقت ہے ، امتحان کی تیاری کا وقت ہے۔ چاہے وہ ہم اللوں تللوں میں گنوا دیں۔ چاہے محنت میں گذار دیں۔ اگر اللوں تللوں میں گذارا تو پھر کفِ حسرت ملنا پڑے گا ، پھر قبر میں سوال ہو گا مَنْ رَّبُّكَ وَمَا دِيْنُكَ تو وہاں ان سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا اور کہیں گے ھَا ھَا لَا اَدْرِیْ اور پھر وہ جہنم رسید ہو جائیں گے۔ خوش قسمت وہ ہوں گے جنہوں نے پرچے کی تیاری کی۔ اسی پرچے کی تیاری کے لیے ہمیں یہاں جمع ہونا پڑتا ہے۔

رُوح کا حق:

رُوح کا بھی حق ہے جو فرائض و واجبات سے ادا ہوتا ہے۔ لیکن جب فرائض میں کوتاہی ہو تو پھر اُسی قسم کی تعلیمات سے ، اسی قسم کی عبادات سے اس کی کمی پوری ہو گی۔ وضو میں فرض کیجئے اگر بال برابر خشک رہے تو وضو ناقص۔ وضو ناقص تو نماز ناقص۔ اسی طرح روزے میں بھول چوک ہے ، روزہ ناقص ہے تو ثواب بھی ناقص۔ ان چیزوں کا مداوا یہ ہے کہ نفلی روزے رکھے جائیں ، نفلی نمازیں پڑھی جائیں۔ جیسے فرضوں کے بعد نفل ہیں۔ دوسری مثال یوں سمجھئے کہ جیسے ٹاٹ پھٹ جاتے تو ٹاٹ کا جوڑ لگاتے ہیں۔ یہی شکل یہاں بھی ہے۔ یہ صدقات ، یہ خیرات ، یہ نوافل ، یہ تطوعات ، یہ سارے کے سارے اس کمی کو پورا کرتے ہیں۔ لیکن جب اللہ کے بندوں کو فرائض کی بھی توفیق نہیں ان کا کیا حشر ہو گا ؟ اور پھر یہ ہے کہ حقوق اللہ تو شاید اللہ معاف کر دے۔ لیکن حقوق العباد کی معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر یہاں اخبار بھرے پڑے ہوتے ہیں۔ یہاں اغوا ، وہاں قتل ، یہاں ڈکیتی وہاں چوری یہ مسلمانوں کا ملک ہے یا چوروں ، قاتلوں اور جرائم پیشہ لوگوں کا ملک ہے ؟ یہ کیوں ہے ؟ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ ، حضور کی جو وصیت تھی اس سے ہم ہٹے ہوئے ہیں۔

چلتے پھرتے قرآن

حضور کا ارشاد ہے ، برائی دیکھو تو ہاتھ سے مٹاؤ ، یہ نہ ہو سکے تو زبان سے اس کے خلاف جہاد کرو ، یہ بھی نہ ہو سکے تو برے کو کم از کم دل سے تو برا جانو۔ بدقسمتی سے یہ بات بھی یہاں ختم ہو چکی ہے۔ برائی سامنے ہو رہی ہے۔ ہزاروں آدمی دیکھتے ہوتے ہیں اور کسی کو جرأت نہیں ہوتی۔ کہیں قتل ہو جاتے یا فساد ہو جائے تو دروازے بند کر کے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کہیں ہمیں گواہی نہ دینی پڑ جائے۔ بہر حال میرا فرض یہی ہے کہ آپ کو بھولا ہوا سبق یاد دلاؤں .... اُوْصِیْ نَفْسِیْ ، سب سے پہلے اپنے نفس کو ، جب اپنا تزکیہ کریں گے تو آپ کی زبان میں اثر ہو گا ، آپ کے عمل میں کشش ہو گی اور جب آپ جائیں گے تو اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ بنیں گے۔ حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا کہ چلتا پھرتا قرآن دیکھنا ہے تو ہمیں دیکھو اور ساکت و صامت دیکھنا ہے تو یہ پڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی چلتا پھرتا قرآن بنائے اور بقول اقبال کے ع

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

ہم قاری تو نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں قرآن والی بات سے ہم دور ہیں۔ اللہ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

خدا ان پر کتنا مہربان تھا

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ !

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّھَارِ اِذَا تَجَلّٰی ----

---- وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ؕ

(صدق اللہ العظیم)

ترجمہ: قسم رات کی جب چھا جائے، اور دن کی جب روشن ہو، اور اس کی جو اس نے پیدا کئے نر اور مادہ، تمہاری کمائی طرح طرح پر ہے، سو جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرتا رہا اور سچ جانا بھلی بات کو. تو اس کو ہم سہج سہج پہنچا دیں گے آسانی میں، اور جس نے نہ دیا اور بے پرواہ رہا اور اور جھوٹ جانا بھلی بات کو سو اس کو ہم سہج سہج پہنچا دیں گے سختی میں ! اور کام نہ آئے گا اس کے مال اس کا جب گڑھے میں گرے گا - ہمارا ذمہ ہے راہ سمجھا دینا اور ہمارے ہاتھ میں ہے آخرت اور دنیا، سو میں نے سنا دی تم کو خبر ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی، اس میں وہی گرے گا جو بڑا بدبخت ہے، جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا، اور بچا دیں گے اس سے بڑے بڑے ڈرنیوالے کو، جو دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو، اور نہیں کسی کا اس پر احسان جس کا بدلہ دے، مگر واسطے چاہنے مرضی اپنے رب کی جو سب سے برتر ہے اور آگے وہ راضی ہو گا - (حضرۃ شیخ الہند)

محترم حضرات و معزز خواتین ! میں نے پوری سورۃ لیل آپ کے سامنے تلاوت کر دی اور اس کا ترجمہ عرض کر دیا، یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی - اس کی ۲۱ آیات اور محض ایک رکوع ہے -

اصل موضوع

تبرک و تیمن کے طور پر ساری سورۃ اور اس کا ترجمہ عرض کر دیا ہے - اصل مقصد آخری آیات کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے - جو معتبر اور صحیح روایات کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں جمادی الثانیہ کا مہینہ جو قمری سن کا چھٹا مہینہ ہے - اس میں حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات ہوئی - نبی کریم علیہ السلام کے سب سے پہلے ایمان لانے والے اور آپ کی تصدیق کرنے والے ہیں - جنھیں ہجرت اور ہر سفر کے دوران آپ کی رفاقت نصیب ہوئی اور بعد از مرگ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے خسر بھی تھے اور جانثار رفیق و ساتھی بھی - آپ کی ولادت پیغمبر اسلام کی ولادت شریفہ سے دو سال قبل ہوئی - اور دو سال بعد ہی آپ کی وفات ہوئی - یوں گویا پیغمبر اسلام کی طرح آپ کی عمر بھی ۶۱ برس ہوئی - آپ کا ایثار و قربانی اور آپ کی خدمات تاریخ اسلام کا سنہری حصہ ہیں اور بالخصوص ہجرت کی رات کی نیکی اور پیغمبر اسلام کے خلیفہ کی حیثیت سے آپ کی خدمات اور استقامت و استقلال تو تاریخ کا منفرد باب ہے

سورۃ مبارکہ کا خلاصہ :

سورت جو تلاوت کی اس کا مختصر

خلاصہ سُن لیں تو پھر اگلی بات عرض کروں گا
ابتداء میں اللہ رب العزت نے چند قسمیں
کھائیں۔ یعنی رات کی جب وہ چھا جائے،
دن کی جب وہ روشن ہو اور نر و مادہ
مخلوق کی اور پھر فرمایا، اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی
"تمہاری کمائی طرح طرح پر ہے" ان
قسموں اور پھر اس دعوٰی یعنی تمہاری
کمائی طرح طرح پر ہے" کے متعلق علامہ
عثمانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

یعنی جس طرح دنیا میں رات
اور دن، نر اور مادہ مختلف و متضاد
چیزیں پیدا کی گئی ہیں۔ تمہارے
اعمال اور کوششیں بھی مختلف و
متضاد ہیں۔ پھر ان مختلف اعمال و
مساعی پر ظاہر ہے ثمرات و نتائج
بھی مختلف ہی مرتب ہوں گے
جن کا ذکر آگے آتا ہے

دو طبقات:

آگے دو قسم کے افراد و طبقات کا
تذکرہ ہے۔ ایک تو وہ طبقہ جو خدا
کی راہ میں دینے والا ہو اور اس سے
ڈرنے بھی والا ہو اور "اسلام کی بھلی
باتوں کو سچ جانتا اور بشاراتِ ربانی کو
صحیح سمجھتا ہو۔ اس کو یہ صلہ ملے گا
کہ: اس کے لیے ہم اپنی عادت کے
موافق نیکی کا راستہ آسان کر دیں
گے اور انجام کار انتہائی آسانی
اور راحت کے مقام تک پہنچا
دیں گے۔ جس کا نام جنت ہے۔
(مولانا عثمانی قدس سرہٗ)

دوسرا بدبخت طبقہ

دوسرا طبقہ وہ ہے جو بخیل و بے پرواہ ہو
اور اسلام کی بھلی باتوں کو سچ اور
حقیقت جاننے کے بجائے جھوٹ سمجھتا ہو
تو اس کا حشر یہ ہو گا:

اس کا دل روز بروز تنگ اور سخت
ہوتا چلا جائے گا۔ نیکی کی توفیق
سلب ہوتی جائے گی اور آخر کار
آہستہ آہستہ عذاب الٰہی کی سختی
میں پہنچ جائے گا۔ یہی اللہ کی
عادت ہے کہ سعداء (نیک بخت)
جب نیک عمل اختیار کرتے ہیں اور
اشقیاء (بدبخت) جب بد عمل کی
طرف چلتے ہیں تو دونوں کے لیے
وہی راستہ آسان کر دیا جاتا ہے۔
جو انھوں نے تقدیر الٰہی کے موافق
اپنے ارادہ اور اختیار سے پسند
کر لیا ہے۔ (علامہ عثمانی مرحوم)

اس دوسرے طبقہ کے متعلق اللہ تعالیٰ
نے مزید فرمایا:

"اور کام نہ آئے گا اس کے
مال اس کا۔ جب گڑھے میں
گر گیا"

اس سے آگے اللہ تعالیٰ اپنی عادت و حکمت
بیان فرماتے ہیں:

ہمارا ذمہ ہے راہ سجھا دینا اور
ہمارے ہاتھ میں ہے آخرت
اور دنیا۔

انبیاء کی بعثت کیوں

راہِ حق سمجھانے کے لیے ہی اللہ تعالیٰ
نے انبیاء علیہم السلام والتسلیم کو دنیا میں بھیجا
جن کا سلسلہ حضرت نبی کریم علیہ السلام پر ختم
ہو گیا۔ اور ان حضرات کو کتابیں اور صحیفے
عطا فرمائے۔ جس کی آخری کڑی قرآنِ مجید
ہے اور جب پیغمبر آخر زمان دنیا سے رخصت
ہوئے تو آپ کے تربیت و فیض یافتہ
حضرات نے اس مشن کو سنبھالا اور پھر
یوماً فیوماً آج تک واعظین و مبلغین اور
علماء ربانیین اس کام کو منشاء الٰہی کے
مطابق سر انجام دے رہے ہیں۔ رہ
گئی یہ بات کہ "دنیا و آخرت ہمارے ہاتھ
میں ہے"۔ تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ
برائی و بھلائی کو کھول کر بیان کرنا تو
ہمارا کام ہے۔" آگے جو اپنے اختیار سے
جو راستہ اختیار کرتا ہے۔ دنیا و آخرت
میں اس کے موافق اس سے سلوک کریں
گے۔" آگے فرمایا کہ:

"میں نے سنا دی تم کو خبر ایک
بھڑکتی ہوئی آگ کی"

جس سے مراد بقول مفسرین دوزخ کا وہ طبقہ
ہے جو بڑے بھاری مجرموں اور بدبختوں
کے لیے مخصوص ہے۔ (تفسیر عثمانی) ——
اس برے انجام کا شکار بقول قرآن وہ
لوگ ہوں گے:

جو بڑے بدبخت ہیں اور جنھوں
نے حق کو جھٹلایا اور حق سے منہ
پھیر لیا۔

برے انجام سے محفوظ لوگ:

رہ گیا وہ طبقہ جو اس برے انجام
سے محفوظ رہے گا اور خدا کی رحمتوں
سے اپنا دامن مراد بھرے گا تو اس
کی نشاندہی یوں فرمائی کہ:

"بچا دیں گے اس سے بڑے
ڈرنے والے کو، جو دیتا ہے
اپنا مال دل پاک کرنے کو"

صدیق اکبرؓ کی عظمت

یہی اور اس سے اگلی آیات

جن کے متعلق علامہ عثمانی قدس سرہٗ رقمطراز ہیں کہ:

اگرچہ مضمون آیات کا عام ہے۔ لیکن روایاتِ کثیرہ شاہد ہیں کہ ان آخری آیات کا نزول سیدنا حضرۃ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شان میں ہوا۔ اور یہ بہت بڑی دلیل ان کی فضیلت و برتری کی ہے، زہے نصیب اس بندے کے جس کے اتقی (سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا) ہونے کی تصدیق آسمان سے ہو: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ اور خود حضرتِ حق سے اس کو وَلَسَوْفَ یَرْضٰی (اور آگے وہ راضی ہوگا) کی بشارت سنائی جائے، فی الحقیقت حضرۃ ابوبکر صدیق کے حق میں ولسوف یرضی کی بشارت ایک انعکاس ہے اس بشارتِ عظمیٰ کا جو آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آ رہی ہے۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (یعنی اے پیغمبر! آگے دے گا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہو گا۔ (علامہ عثمانیؒ)

صحابہ کرام میں مقامِ صدیقی

یوں تو تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اللہ کے مقبول و مقرب بندے ہیں اور خدا کا ان پر خصوصی کرم ہے۔ اللہ رب العزۃ نے انہیں "اپنی جماعت" قرار دیا۔ ان کے لیے اپنی رضا و مہربانی کا ارشاد فرمایا۔ اور نبی علیہ السلام نے انہیں آسمانِ ہدایت کے ستارے قرار دیا۔ لیکن اس ساری جماعت مقدسہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی عظمت اور آپ کا مقام نمایاں ہے۔

اس آیت کے علاوہ بھی قرآن کریم میں ایسی آیات ہیں جو حضرت صدیقِ اکبر کی شان میں نازل ہوئیں۔ مثلاً سورۃ زمر کے چوتھے رکوع دوسری آیت وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مراد ہیں۔ نیز سورۃ توبہ کی مشہور آیات جو واقعہ ہجرت کے متعلق ہیں۔ ان میں کا ذکر ہے وہ بلاشبہ آپ ہی ہیں اور وہاں "اِنَّ اللہَ مَعَنَا" کے ذریعہ اللہ رب العزت نے جناب نبی کریم اور آپ کے رفیق سے اپنی معیت و رفاقت کا ذکر فرمایا الغرض وہ پوری جماعت میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے اور اس کا سبب ان کا وہ کردار ہے اسلامی تاریخ کا ایک تابناک باب ہے۔

سب سے پہلے مسلمان:

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ کو سب سے پہلے اسلام لانے کی توفیق نصیب ہوئی اور وہ بھی عجیب اعزاز کے ساتھ، کیونکہ اس گروپ میں پیغمبرِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کا نام آتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ بیوی تھیں اور کئی سال رفاقت میں گزرے تھے۔ بلکہ شادی سے قبل باہمی تجارت کے ذریعہ وہ آپ کے اخلاق و کردار کا مشاہدہ کر چکی تھیں۔ رہ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو وہ بچے اور اس اعتبار سے ہنوز غیر مکلف تھے اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ "غلام" غلام ہونے کی حیثیت سے آپ کی شفقت و حسنِ سلوک کا تجربہ کر چکے تھے۔ حضرت صدیقِ اکبر آپ کے ہم عصر و ہم عمر، دوست، بہت بڑے تاجر و مالدار تھے۔ اور کسی بھی اعتبار سے آپ کے زیرِ اثر نہ تھے۔ اس لیے ان کا اسلام لانا بھی نرالا ہے۔ اور اسلام کے بعد ایثار و قربانی بھی نرالی، قدم قدم پر آپ کے ساتھ متعدد ستم رسیدہ انسانوں کو جو غلامی کی زندگی گذارتے تھے اور اسلام قبول کرنے کے سبب دکھوں کا شکار تھے، آپ کی فیاضی کے پیشِ نظر کفار کے ظلم وستم سے محفوظ ہو گئے۔ نبوت پر کعبہ میں ظلم ہوا تو آپ متعدد بار آڑے آتے اور ایک مرتبہ تو اتنی مار کھائی کہ زندگی کا چراغ بجھتا ہوا نظر آنے لگا۔ لیکن کافی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو ایک گھونٹ دودھ یا پانی استعمال نہ کیا، نہ ہی کوئی اور چیز استعمال فرمائی، پہلا تقاضا آپ سے ملاقات کا ہوا اور جب تک ملاقات نہ ہوگئی اس وقت کچھ استعمال نہ کیا۔ باہمی تعلق و محبت اور خدمت و خلوص کی ایسی مثالیں کم ہی ملتی ہیں پھر آپ نے مکہ کے اہلِ ثروت حضرات کی طرف توجہ فرمائی۔ اپنے تعلقات کو اسلام کے لیے استعمال اور صدیق اکبرؓ کی محنت سے حضرۃ عثمان، حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہما جیسے مشہور حضرات مسلمان ہو گئے۔

آپ کے یہی کمالات تو تھے کہ قدرت نے مہربانی فرمائی اور آپ کو ان بشارات سے نوازا۔ جن کا آخری آیات میں ذکر ہے۔

حضرت صدیق اکبر کی زندگی کے بعض دوسرے گوشوں کے متعلق آئندہ آیات میں ذکر ہوگا۔

پچھلے دنوں امام حرم اور ان کے معزز رفقاء ہندوستان کے دورہ پر آئے تو ان کے اعزاز میں لکھنؤ کے شہریوں کی طرف سے بیگم حضرت محل پارک میں ایک عظیم الشان استقبالیہ جلسہ منعقد ہوا۔ اس استقبالیہ میں شہر کے مسلم اور غیر مسلم عوام و خواص ہزاروں کی تعداد شریک تھے۔ جن میں اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ اور دوسرے وزراء، ممتاز دینی، علمی، سماجی، سیاسی شخصیتیں موجود تھیں، اس موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے یہ تقریر فرمائی۔ پندرہ روزہ "تعمیر حیات" لکھنؤ کے شکریہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے ۔۔۔ (ادارہ) ۔۔۔

مذہب و اخلاق، خلوص و محبت میں آج بھی بڑی طاقت ہے۔

"اب بھی دین اور اخلاق کی مضبوط گرفت ہے اور خدمت کا وسیع میدان کھلا ہوا ہے"

"دنیا سے فساد، کرپشن، اخلاقی بے راہ روی، برادر کشی کو مٹانا ہے!!"

تحریکِ خلافت کا دور یاد آگیا:

حضرات میں آپ کے شہر لکھنؤ کا رہنے والا ہوں، میری زندگی اسی شہر میں گذری ہے۔ مجھے آج بے اختیار تحریکِ خلافت کا وہ دور یاد آ گیا جب میرا شعور مکمل تو نہیں ہوا تھا۔ لیکن شعور کا آغاز ہو گیا تھا۔ اور میرا ذہن کام کرنے اور گرد و پیش کا ادراک کرنے لگا تھا۔ آج میرے سامنے تصویر کی طرح وہ مناظر پھر گئے۔ جب امین الدولہ پارک میں ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا۔ اور ہم اپنے ان رہنماؤں کا استقبال کیا کرتے تھے جو اس ملک کو آزاد کرانے کے لیے نکلے تھے اس وقت ہم ہندو، مسلم اتحاد کے وہ مناظر دیکھتے تھے جو سمندر کی موجوں اور دریاؤں کی لہروں کی طرح اُمڈ آتے تھے۔ اور زندگی کی ایسی علامتیں بن گئے تھے جنھوں نے بالآخر اس ملک کو آزاد کرا کے چھوڑا۔

مادیت نے ابھی دل و دماغ پر قبضہ نہیں کیا:

آج اسی شہر میں امام حرم کی تشریف آوری پر آپ حضرات کا جوش و خروش، آپ کا اظہار محبت، جس کا مظاہرہ آپ نے ہوائی اڈہ، نماز جمعہ اور ہمارے دن کے پروگراموں میں کیا۔ یہ زیادہ عمیق تر اور گہری حقیقت کی غمازی کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مادیت پرستی، خود غرضی، زندگی کی ظاہری چمک دمک نے ابھی سارے دل و دماغ پر، ہماری آنکھوں پر ایسا قبضہ نہیں کیا ہے کہ ہم ان لطیف معانی اور حقائق کو جو ملک، شہر، شخصیتوں، اداروں، دبستانوں کی نمائندگی کرتے ہیں، فراموش کر دیں۔

تین آدمیوں پر مشتمل ایک گروہ ایک وفد اس شہر میں آتا ہے، یہ آپ کو کچھ دے کر نہیں جائے گا، وہ یہاں دولت کو تقسیم کرنے نہیں آیا، وہ پٹرول کا مسئلہ حل کرنے نہیں آیا، بلکہ یہ حضرات ایک ایسے پیغام کے مرکز کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جس نے دنیا کو امن و مساوات، عدل و انصاف، حقوقِ انسانی اور خدا کی معرفت کا پیغام دیا ہے۔

یہ حضرات ایک ایسے شہر اور ایک ایسے دینی مرکز کی نمائندگی کرتے ہیں جس نے دنیا کی جھولی روپے پیسے سے نہیں بھری، دنیا کا اقتصادی مسئلہ حل نہیں کیا۔ اور نہ اس کا ان کو دعویٰ ہے، نہ ان کو اس پر فخر ہے۔

حرم ابراہیمی، مکہ کا حرم اس لیے وجود میں نہیں آیا تھا کہ دنیا کے اقتصادی مسئلہ کو حل کرے۔ اگر یہی مقصد ہوتا تو ایسی

غیر آباد جگہ پر، ایسے صحرا میں نہ ہوتا جہاں کھیتی ہوتی تھی نہ سبزہ تھا، نہ غلّہ پیدا کرنے کی صلاحیت تھی، حرم کو قائم کرنے والے نے بغیر کسی خاکساری اور معذرت کے کہا تھا:-

"ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰة"

ہم دنیا کو بھولی ہوئی حقیقت یاد دلانے آتے ہیں۔

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنے اس چھوٹے سے کنبے کو یہاں ایک ایسی گھاٹی میں، پہاڑوں سے گھری وادی میں لبا دیا ہے، چھوڑ دیا ہے تیری مدد کے بھروسے پر، جس میں زراعت کی صلاحیت نہیں، جہاں زرعی مراکز اور بڑی بڑی انڈسٹریز قائم نہیں ہو سکتی، اگر مجھے ایسا کرنا ہوتا تو میں دنیا کے ان شہروں کا انتخاب کرتا جو زراعتی اور تجارتی مراکز ہیں۔ میں نے ان کو اس بے آب و گیاہ وادی میں اس لیے چھوڑا ہے کہ یہ کبھی اپنا اصل مقصد و مشن نہ بھولیں۔ جب نظر اٹھا کر دیکھیں تو سامنے پہاڑ، اوپر آسمان کی چھت اور نیچے چٹیل میدان دیکھیں، تاکہ ان کو یاد رہے کہ ہم دنیا میں کسی اور کام کے لیے آتے ہیں، جس کو بھلا کر دنیا نے ہمیشہ نقصان اٹھایا ہے، اس کے بغیر ساری مادی ترقیوں کے باوجود دنیا پنپ نہیں سکی، جو تمدّن و تہذیب پھلی پھولی وہ خودکشی پر آمادہ ہو گئی۔ دنیا کی تعمیر کی بجائے تخریب کا باعث ہوئیں۔ میں نے اپنے خاندان کو یہاں اس لیے لا کر ڈالا ہے کہ وہ یہ سمجھیں کہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ یہاں اور کوئی کشش نہیں تھی، ہمیں صرف یہ حقیقت یاد آتی ہے کہ اس دنیا کا بنانے والا ایک ہے، اس کو ہمیں بھولنا نہیں چاہیئے۔ اور یہ پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچانا چاہیئے۔

یہ محض جوش و خروش نہیں

امام حرم کا جو آپ نے استقبال کیا وہ اسی حقیقت کا اعلان کرتا ہے۔ یہ محض جوش و خروش نہیں ہے، میں اس کو ماننے کو تیار نہیں، یہ اتنا سکوینی نہیں تھا جتنا نظر آتا ہے۔ ایک دریا اُمڈ آیا ہے، جوش و خروش کا محبّت و عقیدت کا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی محبّت موجود ہے، محبّت کا سوتا خشک نہیں ہوا، ہر کام غرض سے نہیں ہوتا، جب دنیا پر وہ منحوس وقت آ جائے کہ ہر کام غرض کے لیے ہونے لگے، ہر کام غرض کے لیے اٹھایا جائے، سلام، استقبال، خاطر، مدارات، ہر چیز غرض کے لیے ہونے لگے تو سمجھیے کہ انسانیت کا زوال ہو چکا۔ اور انسان کو انسانیت سے ہاتھ دھو لینا چاہیئے۔

آج ہوائی اڈے پر ہم نے جو نظارہ دیکھا اور پھر ندوے کے وسیع احاطے میں انسانوں کا جو موجیں مارتا ہوا سمندر نظر آیا، یہ بتا رہا تھا کہ مذہب کے نام میں ابھی کشش ہے مذہب اب بھی بڑی طاقت رکھتا ہے۔ اخلاق، بے غرضی، خلوص و محبّت اب بھی اتنی بڑی طاقت رکھتے ہیں۔ دل کے اندر محبت کا چشمہ اب بھی ایسا رواں ہے کہ اگر کوئی اسے چھیڑ دے تو وہ بہنے کے لیے، اُبلنے کے اور ساری دنیا کو سیراب کر دینے کے لیے کافی ہے۔

یہ فال نیک ہے، صرف ہمارے شہر کے لیے نہیں۔ بلکہ ہمارے ملک اور دنیا کے انسانیت کے لیے، آپ جس طرح یہاں جمع ہو رہے ہیں۔ آپ کیا لینے آتے ہیں؟ میرے دل میں ان معزّز مہمانوں کا جو احترام ہے اس کے باوجود یہ صاف کہتا ہوں کہ یہ آپ کو کچھ دے نہیں سکتے۔ اور دنیا میں کوئی کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔ اس کے باوجود وہ کونسی مقناطیسی کشش ہے جو اس سردی کے موسم میں آپ کو کھینچ کھینچ کر یہاں لائی ہے؟

یہ بات اس حقیقت کا اعلان ہے کہ ابھی دلوں کی دنیا مردہ نہیں ہوئی۔ ابھی دل قبرستانوں میں تبدیل نہیں ہوئے۔ ابھی انسانیت زندہ ہے، ابھی محبت کا چشمہ رواں ہے، ابھی انسان کی اس کے علم، اس کی خدمت، اس کی ذاتی فضیلت اور ایک بڑے مرکز اور پیام سے وابستگی اور نسبت کی وجہ سے عزّت کی جا سکتی ہے۔ عزّت صرف حاکموں، دولت مندوں اور حکومتوں کی نہیں بلکہ اس زمانہ میں بھی عالموں، صاحبِ اخلاق شخصیتوں، صاحبِ کردار انسانوں اور عدل و مساوات کا پیام دینے والوں کی عزّت ہے۔ دنیا کو اس وقت تک مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس وقت تک اس میں خیر موجود ہے، جب تک یہ جذبہ کام کر رہا ہے، جوش و خروش کے زرنگار اور دلکش پردے کے پیچھے میں ان حقیقتوں کو دیکھ رہا ہوں، جو بڑی قیمتی ہیں، بڑی قابلِ قدر اور حوصلہ

ا افزا ہیں۔

میں مسلمانانِ لکھنؤ اور یہاں کے تمام شہریوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ بے غرض خلوص و محبت کے بھوکے ہیں اور دین و اخلاق کی قدر کرتے ہیں جن سے کوئی نسلی، نسبی، ملکی، وطنی رشتہ اور تعلق نہیں اور صرف یہ سن کر کہ حرم مکہ سے، جس سے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے دل وابستہ ہیں۔

ان کی روح کا آشیانہ جہاں ہے وہاں سے کچھ مہمان آئے ہیں اپنے بھائیوں سے ملنے، یہاں کے اداروں کو دیکھنے، محبت کا پیغام دینے، اور یہ دیکھنے کہ یہاں علم اور انسانیت کی خدمت کے لیے کیا کوششیں کی جا رہی ہیں، کیا تجربے کیے جا رہے ہیں۔ اس سے واقف ہوں تو ان کے استقبال کے لیے اور سننے کے لیے اتنا بڑا مجمع امنڈ پڑا کہ اس شہر کی تاریخ نے ایسا منظر شاید ہی دیکھا ہو۔

آپ کے اس مجمع کو دیکھ کر اور اس سے پہلے جو اجتماعات ہوئے انہیں دیکھ کر میں اپنے میں ایک توانائی ایک طاقت محسوس کر رہا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی دین و اخلاق کی گرفت کتنی مضبوط ہے اور ہمارے لیے خدمت کا کتنا وسیع میدان کھلا ہوا ہے۔ یہ ہماری کوتاہی ہوگی کہ ہم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔

زندگی میں تبدیلی پیدا کیجیے

اس کے ساتھ ایک چیز کا اظہار آپ کے سامنے کرنا چاہتا ہوں۔

"میرے بھائیو! میں نے آپ کے جوش و جذبات، محبت و عقیدت کو تسلیم بھی کیا اور سراہا بھی۔ لیکن صرف اتنا کافی نہیں۔ کوئی جماعت، کوئی قوم محض جذبات و شوق کے اظہار پر زندہ نہیں رہ سکتی۔ آپ کو اپنی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنی چاہیے۔

آپ جس رمز، جس علامت پر اس طرح نثار ہو رہے ہیں جیسے شمع پر پروانے نثار ہوتے ہیں۔ وہ علامت خدا دوستی، خدا پرستی، عقیدۂ توحید، مساواتِ انسانی کی علامت ہے۔

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

اسلام یہ پیغام دیتا ہے کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔ آپ کو ہر کمزور کی مدد کرنی چاہیے۔ ہر مظلوم اور غریب پر ترس کھانا چاہیے۔ دنیا سے فساد، کرپشن، اخلاقی بے راہروی، برادر کشی کی رسم کو مٹا دینا چاہیے۔

ہمارے ان مہمانوں کو خدا سلامت رکھے۔ یہ اسی پیغام کے امین اور اسی دعوت کی علامت ہیں۔ یہ دین کے اس مرکز کے خادم ہیں جس نے دنیا کو نیکی کا پیغام دیا اور یہ پیغام دینے والے پیدا کیے جنہوں نے اپنی جان و مال اور راحت و آرام سے بے نیاز ہو کر مشرق سے مغرب تک اور دنیا کے ہر گوشے تک توحید و اخلاق، انصاف و رواداری کا پیغام پہنچایا۔

ان کی جو کچھ اہمیت ہے وہ اسی بناء پر ہے کہ یہ اس پیغام کے حامل ہیں اور جس مرکز نے یہ پیغام دیا ہے اس مرکز سے یہ تعلق رکھتے ہیں۔ جب علامت کی یہ قیمت ہے تو جس چیز کی یہ علامت ہیں۔ اس کی کیا قیمت ہونی چاہیے۔

میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس پورے دورے میں یہ لکھنؤ آ کر سب سے زیادہ خوش ہوئے اور ایک اچھا نقش، اچھی یاد یہ اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ ان کے اس تاثر انہوں نے اظہار بھی کیا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ خود ان کا پیغام بھی یاد رکھیے، سچے مسلمان بنیئے، اچھے انسان بنیئے، خادمِ خلق، انسان دوست بنیئے، اپنی زندگی ایسی بنائیے کہ اس میں پھول کی خوبصورتی مقناطیس کی کشش اور عطر کی خوشبو ہو۔ اگر آپ یہ کریں گے تو اپنے ساتھ بھی انصاف کریں گے اور سوسائٹی کے ساتھ بھی انصاف کریں گے۔

دعائے صحت

مولانا عبدالمجید ندیم کی اطلاع کے مطابق مجلس تحفظ حقوق اہلسنت پاکستان کے مرکزی صدر مولانا عبدالشکور صاحب دینپوری جو کہ اچانک خون کی قے آنے کی وجہ سے علیل ہوگئے تھے کوثر سینی ٹوریم میں بغرض علاج داخل ہوگئے ہیں۔ ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق مولانا نے تین ماہ کے تمام تبلیغی پروگرام منسوخ کر دیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ موصوف کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ (ادارہ)

علماء اکیڈمی ——— علم و تحقیق

تاثرات ◎ تجاویز

مدیر کے قلم سے

ملک کے کسی حصّے کا رہنے والا کوئی فرد جب لاہور میں داخل ہوتا ہے تو شاہی مسجد کے طویل مینار اس کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں پرانے راوی کے قریب یہ عظیم مسجد مغل بادشاہ غازی اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی کاوش اور جدو جہد سے تعمیر ہوئی اور آج تک اس کی یاد دلا رہی ہے۔ مرحوم اورنگ زیب ایک ایسے بادشاہ تھے جنہوں نے فقیری و بادشاہی کا حسین امتزاج پیش کیا اور ملکی دولت و خزانہ کو ہمیشہ امانت سمجھا اور اپنے "تنور شکم" کو بھرنے کے لیے ہاتھ سے محنت مزدوری کی، جب یہ مسجد بنی تو وہ دور اس کے عروج کا تھا اور اس کے بعد آج تک وہ متعدد ادوار دیکھ چکی ہے۔ سکھوں اور انگریزوں کی سفاکی و بربریت کا دور بھی اس نے دیکھا اور سجدوں کی محرومی اس پر مستزاد تھی۔ اس مسجد کے صحن اور ملحقہ کمروں اور طویل بارہ دریوں میں وقت کے عظیم لوگوں نے قرآن و حدیث کا درس بھی دیا اور طلبہ علوم اسلامیہ کو سیراب بھی کیا۔

پاکستان بننے کے بعد یہ مسجد محکمہ آثار قدیمہ کی نگرانی میں تھی، اور آج کل محکمہ اوقاف کی نگرانی میں ہے مسجد کے بالکل سامنے جانب مشرق "قلعہ لاہور" ہے جو اورنگ زیب کے باپ شاہ جہان کے "ذوق شاہی" کا مظہر ہے اور جانب شمال رنجیت سنگھ کی دنیا آباد ہے اور یوں مسجد مسلمانوں کے حق میں برے دنوں کی یاد دلاتی ہے۔ ستم یہ ہے کہ اس کا مرکزی گیٹ اس صحن کی طرف کھلتا ہے جس طرف مسجد ہے کسی دور میں اس گیٹ کے مسئلہ پر مقدمہ بازی بھی ہوئی۔ مسلمانوں نے اپنے دور کے ایک بڑے وکیل کی خدمات حاصل کیں لیکن لاہور کی سطح پر اس وکیل صاحب نے جن چار عظیم کیسوں میں شکست کھائی، ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ بدقسمتی سے گیٹ ادھر ہی بنا جانب جنوب کمروں کی طویل قطار ہے جس کے بیچوں بیچ مین گیٹ ہے۔ جو گویا مسجد اور شہر قدیم کو آپس میں ملاتا ہے اس گیٹ سے آپ باہر نکلیں تو مستقل گناہوں کی بستی ہے جس کو بنے ایک سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور نہ معلوم یہاں کتنی عصمتوں کے آبگینے چکنا چور ہو چکے ہیں۔ گناہوں کی یہ بستی اغیار نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے شاید یہاں بسا ڈالی۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی مسلم مملکت (جو اب سب سے بڑی نہیں رہی) میں تیس سال سے یہ بستی اس طرح آباد ہے اور غیرت و شرم سے عاری مسلم حکمرانوں کا طبقہ "عبادت کے پہلو میں خرابات" کی اس سنگینی کا کوئی حل نہیں کر پایا۔

خیر ——— کمروں کی اس طویل قطار میں "علماء اکیڈمی" قائم ہے یعنی مین گیٹ کے بائیں ہاتھ کے حصہ میں ڈائریکٹر سمیت متعلقہ عملہ کے دفاتر اور دائیں ہاتھ زیر تربیت حضرات کی رہائش گاہیں اور کلاس روم۔ جبکہ لائبریری جانب شمال بنے ہوئے کمروں میں ہے۔

یہ اکیڈمی محکمہ اوقاف کی نگرانی میں کام کر رہی ہے۔ اس کا قیام ۱۹۷۰ء میں ہوا جب اوقاف کے سربراہ جناب مسعود صاحب تھے۔ ان کے پیشِ نظر

علماء کی معاشرتی حیثیت کو بلند کرنے کا پروگرام تھا اور وہ اپنے ذوق اور سوچ کے مطابق اس ضمن میں کچھ نہ کچھ کرنے کا عزم رکھتے تھے۔ گو کہ اس میں قباحتیں بھی تھیں ـــ اب جو مقاصد ہیں ان میں امام و خطیب کو صحیح، معنوں میں "رہنمائے ملت" اور مساجد کو "مرکز ملت" بنانے کا مقصد سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ تقابل ادیان و قوانین اور نظریات، مسلمانوں کے عروج و زوال کی تاریخ سے آگاہی مغربی مفکرین کا مطالعہ بہ سلسلہ اسلام و مسلمان، دورِ حاضر میں عالم اسلام کی علمی فکری اور سیاسی تاریخ کا مطالعہ، پاکستان کا تاریخی پس منظر، یہاں مذہبی، علاقائی اور لسانی اختلافات کا پس منظر اور تصنیف و تحقیق کے میدان میں اہل علم کی تربیت کے ساتھ ساتھ مؤذنین کو صحیح کلمات ادا کرنے کی تربیت اور انہیں بنیادی ضروری تعلیم دینا بھی پیش نظر ہے۔

محکمہ اوقاف ہمارے یہاں جس پس منظر میں بنا وہ انتہائی روح فرسا ہے اور ہم جیسے لوگوں کا اس سے الرجک ہونا اسی اعتبار سے ہے۔ اسی لیے ہم لوگ احتیاط سے قدم و قلم اٹھاتے ہیں لیکن ادھر کچھ عرصہ سے بعض اچھی باتیں کانوں میں پڑتی تھیں اس لیے کئی بار ذاتی طور پر وہاں جاکر صورتِ حال کا جائزہ لینے کا پروگرام بنایا چنانچہ مولانا غلام مصطفیٰ کراچوی جو تربیت کے سلسلہ میں یہاں تشریف فرما ہیں اور انتہائی فعال آدمی ہیں ان سے رابطہ کرکے وہاں جانے کا پروگرام بنا لیا تقریباً ۴ گھنٹے وہاں رہنے کا اتفاق ہوا۔ ڈائریکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی بعض اساتذہ سے ملا اور زیر تربیت علماء سے باتیں کیں۔ جو دیکھا اور سنا اس کی کسی قدر تفصیل پیش خدمت ہے۔ مقصد محض اتنا ہے کہ ہم لوگ اسلامی نظام کے لیے نعروں کی حد تک تو بہت تیز ہیں لیکن اس کے لیے "ہوم ورک" قطعاً نہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگر اس ادارہ کو آزاد ماحول میں کام کرنے کا موقعہ دیا جائے اور اوقاف کا لاکھوں روپیہ جو بدقسمتی سے میلوں ٹھیلوں پر اُڑ جاتا ہے اسی "کارِ خیر" پر لگایا جائے تو جامعہ ازہر و مدینہ یونیورسٹی کی طرح یہاں بھی علم و تحقیق کا کام وسیع پیمانے پر ہو سکتا ہے۔

آج کل اکیڈمی کا مقصد محض ان حضرات کی تربیت کا اہتمام ہے جو محکمہ اوقاف کی ملازمت میں شامل ہیں۔ لیکن یہ بات اب عام طور پر کہی جاتی ہے کہ قبل از ملازمت تربیت کا اہتمام ہونا چاہیے۔ علماء کا تربیتی کورس جو اپریل کی ۳۰ تاریخ کو ختم ہوا اس کی ابتداء یکم نومبر ۷۷ء کو ہوئی تھی اس موقعہ پر جو افتتاحی تقریب ہوئی اس میں دوسرے حضرات کے علاوہ عمر کے اعتبار سے بوڑھے لیکن دل کے اعتبار سے جواں جناب پروفیسر یوسف سلیم الحسینی نے اپنی تقریر میں (جو تحریر شدہ تھی) اس تجویز کو اٹھایا تھا۔ اس موقعہ پر اس تقریر کی افادیت کے پیش نظر ہم نے "خدام الدین" میں اسے چھاپ دیا تھا اور اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے پر زور دیا تھا۔ اب جو مختلف حضرات سے ملنے کا اتفاق ہوا تو یہ خواہش عام طور پر نظر آئی کیونکہ بعد از ملازمت تربیت کا مسئلہ محض ضابطہ کی کارروائی بن کر رہ جاتا ہے اور پھر اس میں ایسے حضرات کو بھی شامل ہونا پڑتا ہے جن کی عمر اور دوسری مجبوریاں گھریلو وغیرہ اس کی اجازت کم ہی دیتی ہیں لیکن وہ "ملازم" ہونے کی بناء پر مجبوراً شامل ہو جاتے ہیں۔ اگر مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل طلبہ کو فراغت کے متصل ہی یہاں موقعہ دیا جائے اور نصاب تربیت ۶ ماہ کے بجائے دو سال کا ہو اور متنوع مضامین کو جیسا کہ اب بھی ہیں مزید پھیلا کر وسیع پیمانے پر انتظام کیا جائے تو علم کی روشنی ضرور اپنا رنگ لائیگی

یہ اکیڈمی جیسا کہ عرض کیا ۷۰ء میں قائم ہوئی آج کل کئی شعبے اس کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں۔ تربیتی شعبہ جس کے دو حصے ہیں یعنی علماء کے لیے اور مؤذنین کے لیے۔ ثانی الذکر نیا شعبہ ہے جس کا کورس ۳ ماہ کا ہے ۵ کورس اب تک ہو چکے ہیں۔ ہر کورس میں ۱۰ مؤذن حضرات شریک ہوتے ہیں۔ حجازی لہجہ کی تربیت کے ساتھ ساتھ عقائد و ارکان اسلام اور فقہی مسائل اور تجوید سے آخری پارہ پڑھانے کا انتظام ہے جناب قاری عبدالوہاب مکی کی اس ضمن میں خدمات نمایاں ہیں۔

علماء کی تربیت کا کورس چھ ماہ کا ہے۔ اس سے قبل کم مدت کے کورس بھی تھے۔ اب دسواں بیچ تھا جس نے تربیت حاصل کی۔ اس بیچ میں ۳۲

حضرات شریک تھے۔ جن میں سے ۳۱ محکمہ کے ملازم اور ایک غیر ملازم شامل تھے۔ شرکاء میں سندھ، سرحد اور پنجاب کے حضرات ہیں بلوچستان کا کوئی نہیں۔ مختلف صوبوں کے حضرات کی موجودگی علاقائی و لسانیت کے جراثیم کا مؤثر توڑ اور علاج ہے اور اس سے باہمی محبت قابل دید ہے۔ اسی طرح مختلف مسالک کے حضرات کی موجودگی فرقہ واریت کے عفریت کو کچلنے کا سبب و ذریعہ بن سکتی ہے جس کے ابتدائی آثار ہیں نے بچشم خود دیکھے۔

اکیڈمی کا دوسرا شعبہ "شعبہ مطبوعات" ہے اس سے قبل مختلف ناشران محکمہ سے کتابیں لے کر چھاپنے کا وعدہ کرتے لیکن بے پناہ سرمایہ نکل جانے کے باوجود نتیجہ صفر! موجودہ ڈائریکٹر گورایہ صاحب نے اس شعبہ کو منظم کیا ۳۲ کے قریب کتابیں آچکی ہیں جن میں سے کتاب الفقہ کی چار ضخیم جلدیں "الحاد مغرب اور ہم" اور تاریخ تصوف جیسی معرکۃ الآراء کتابیں بھی شامل ہیں۔ تیسرا شعبہ "تعلیمات اوقاف" کا ہے۔ جس کے تحت فی الحال اٹھارہ دینی مدارس چل رہے ہیں مثلاً مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد، مسجد عالی ملتان روڈ لاہور، درس میاں وڈا اور ریاض المسلمین شرق پور وغیرہ۔ ایک شعبہ لائبریریز کا ہے جس کے تحت مرکزی لائبریری تو لاہور میں ہی ہے جس میں کتابوں کا معقول ذخیرہ موجود ہے اور ہر فن کی اہم ترین کتابیں جبکہ ۲۵ لائبریریاں اس کے علاوہ ہیں جو پنجاب کی بڑی بڑی مساجد و مزارات کے ساتھ ہیں۔

انتظامی اور علمی طور پر تمام کام کی نگرانی گورایہ صاحب کر رہے ہیں آپ کا اسم گرامی "محمد یوسف" ہے۔ مطالعہ و فکر کے آدمی ہیں اس سے قبل اسلامی تحقیقاتی ادارہ اسلام آباد میں سینئر ریسرچ فیلو کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں یکم فروری ۷۳ء سے یہاں کام کر رہے ہیں وہ اس ادارہ کو مثالی ادارہ بنانے کا عزم رکھتے ہیں۔ اصولی طور پر قبل از ملازمت تربیت کی تجویز سے وہ بھی متفق ہیں۔ آج کل پنجاب اوقاف کے سربراہ جناب چوہدری محمد شریف صاحب کی سرپرستی کے پیش نظر مطمئن ہیں کیونکہ چوہدری صاحب علم دوست آدمی ہیں اور سیدھے سادے انداز سے خدمتِ علم کا شوق رکھتے ہیں۔ گورایہ صاحب کے ذہن میں ایک اور تجویز بھی ہے جو بوجوہ انتہائی اہم ہے اور وہ یہ کہ حکومت کے مختلف سرکاری محکموں میں کام کرنے والے حضرات کی تربیت کا انتظام کیا جائے۔ وجہ ظاہر ہے کہ نظم و انتظام کے لیے تو اکیڈمیاں موجود ہیں لیکن نظریاتی مملکت میں نظری و فکری تربیت کا سرے سے انتظام نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ سوشلسٹ کمیونسٹ اور ملحد ٹائپ لوگ نظم کو برباد کرتے ہیں۔ بقول گورایہ صاحب ایسا کورس بنایا جا سکتا ہے جس کے ذریعہ ان لوگوں کو تربیت دی جائے تاکہ وہ ایک نظریاتی مملکت کی مشینری کا صحیح پرزہ ثابت ہوسکیں اور اسلام کے معاملہ میں ان کے ذہنی شبہات کا ازالہ ہو سکے۔ اور وہ صحیح مسلمان بن سکیں۔ یہ تجویز ہماری نظر میں بہت اہم اور بحالت موجودہ بڑی ضروری ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ارباب اقتدار اس طرف توجہ دیں گے۔

تربیتی کورس کے لیے ڈائریکٹر صاحب کے علاوہ لاہور کی مشہور علمی شخصیات کو مستقل تکلیف دی جاتی ہے جو یہاں تشریف لا کر تعلیم و تربیت کا کام کرتے ہیں۔ ان حضرات کی اکثریت پنجاب یونیورسٹی سے متعلق ہے۔ بعض دوسرے تعلیمی اداروں سے بھی متعلق ہیں۔ تاہم ایک بات کی شدت سے کمی محسوس ہوتی ہے کہ مدارس اسلامیہ کے نامی گرامی علماء سے استفادہ بہت کم ہوتا ہے اور جس طرح یونیورسٹی کے قابل احترام اساتذہ سے مستقل وقت لیا جاتا ہے اس طرح ان حضرات سے وقت نہیں لیا جاتا۔ متعدد زیر تربیت حضرات نے اس طرف توجہ دلائی اور اس خواہش کا اظہار کیا۔ یوں کبھی کبھار بعض علماء کو بلا لیا جاتا ہے۔ جس طرح اب کے بھی محقق العصر مولانا محمد سرفراز خان صفدر مولانا محمد مالک شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی اور پیر کرم شاہ صاحب وغیرہ حضرات تشریف لائے۔ (مولانا محمد سرفراز خان کی تقریر خدام الدین میں چھپ چکی ہے) لیکن مستقل بنیادوں پر مدارس عربیہ کے حضرات سے استفادہ ازبس ضروری ہے اور اس کا اہتمام ہونا چاہیئے۔

تدریس کیلئے تشریف لانے والے حضرات میں علامہ حافظ نورالحسن "مقاصد القرآن" پروفیسر عبدالقیوم "تاریخ علوم اسلامیہ"

• پروفیسر یوسف سلیم چشتی "تقابل ادیان" ڈاکٹر برہان احمد فاروقی "اسلام اور فلسفہ" پروفیسر عبدالبشیر "اسلام اور معاشی، سیاسی اور معاشرتی افکار و نظریات" ڈاکٹر امان اللہ خان "تاریخ اسلام" ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی "فقہ و قانون" ڈاکٹر ظہور احمد اظہر "جدید عربی" پروفیسر محمد اجمل "اسلام اور سائنس" پروفیسر گورایہ (ڈائریکٹر) "اسوۂ رسول" اور قاری عبدالوہاب مکی "علوم القرآن" پڑھاتے رہے۔ ہم نے اکثر حضرات کو بالخصوص اول الذکر تین حضرات کے علاوہ گورایہ صاحب کی تعریف میں رطب اللسان پایا۔ یوں تو سبھی اساتذہ کی عزت و احترام کا جذبہ نظر آیا اور ان کے خلوص و محنت اور تندہی سے پڑھانے کی بات سُنی گئی لیکن "فضلنا بعضھم علیٰ بعض" کی قرآنی حقیقت کے پیشِ نظر ان حضرات کا چرچا زیادہ تھا (نصاب تربیت وغیرہ سے متعلق محکمہ کا مطبوعہ پمفلٹ منگوا کر بہت سی باتوں سے براہ راست واقف ہوا جا سکتا ہے) وقت کی کمی کے باعث ہم سب اساتذہ سے تو نہ مل سکے البتہ جناب حافظ نورالحسن صاحب اور پروفیسر امان اللہ صاحب سے ملاقات کی۔ حافظ صاحب قدیم و جدید کے امتزاج کا حسین سنگھم ہیں۔ قرآن کریم سے گہری مناسبت ہے انارکلی لاہور کی ایک مسجد میں بعد از مغرب ان کا درس حضرت لاہوری قدس سرہ کے بعد لاہور کا کامیاب ترین درس ہے اورنٹیل کالج میں پروفیسر ہیں۔ مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ ہیں۔ احقر پر بہت مہربان ہیں۔ میں ملا تو آپ لکچر روم میں تھے آخری لکچر تھا۔ زیرِ تربیت حضرات کو نصائح فرما رہے تھے جن میں بنیادی زور اس پر تھا کہ عزتِ نفس، خودداری اور غیرتِ دینی کے ساتھ ساتھ وقت کے تقاضوں سے آگاہ ہو کر موجودہ نسل کی صحیح رہنمائی از بس ضروری ہے۔ قدیم سرمایہ علمی کا انتہائی قدر و منزلت سے ذکر کرتے ہیں لیکن "جدید" کو شجرِ ممنوعہ نہیں خیال فرماتے بلکہ اس کی خوبیوں کو مومن کی گم شدہ متاع خیال کرتے ہیں۔ اس تربیتی سلسلہ کو بڑھانا اور قبل از ملازمت انضمام کرنے کے زبردست حامی ہیں تاہم موجودہ صورت حال سے مطمئن ہیں۔

پروفیسر امان اللہ صاحب نے اس کورس کو انتہائی مفید قرار دیا کیونکہ اس سے فرقہ واریت کی جڑیں کٹتی ہیں اور اعتصام بحبل اللہ کی عملی روح بیدار ہوتی ہے علوم جدیدہ و قدیمہ کا عمدہ امتزاج کیا گیا ہے۔ علماء کے وقار کا خصوصی خیال رکھا جاتا ہے، انتظامیہ کا رویہ پُرخلوص ہے اور لائبریری کی سہولت خوب سے خوب تر ہے۔ انہوں نے اقامتی اکیڈمی کو اس لیے سراہا کہ اس طرح علماء کرام ہر وقت ایک دوسرے کا مطالعہ کر سکتے ہیں نیز وہ علماء کی توجہ و محنت کے قدردان تھے۔ زیرِ تربیت حضرات میں سے درج ذیل دوستوں سے باتیں ہوئیں۔

مولانا محمد حیات ڈسٹرکٹ خطیب تھرپارکر

مولانا حبیب اللہ ڈسٹرکٹ خطیب ٹھٹھہ و شیخ الحدیث مدرسہ دارالفیوض سجاول

حافظ محمد صالح صاحب خطیب درگاہ سکندر بودلہ سیہون شریف، مولانا محمد امین الدین خلیلی خطیب عظیم شاہ بخاری لاڑکانہ، قاری عبدالغنی صاحب اونچی مسجد بھاٹی گیٹ لاہور ــ مولانا عزیز الرحمٰن ڈیرہ اسمٰعیل خان، قاری عبدالسمیع صاحب پشاور، مولانا غلام علی قمر بھلوال، مولانا محمد اسلم گوجرہ، مولانا عبدالحق ایبٹ آباد اور مولانا غلام مصطفیٰ کراچی۔

مولانا محمد حیات نے بیرونی طور پر فکری جمود اور اندرونی طور پر لسانیت علاقائیت اور صوبائیت وغیرہ کے خلاف جو کردار ادا کیا ہے اس کو سراہا۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ اکیڈمی کا نصاب علماء مرتب کریں۔ اور امتحان کے طور پر اسے یونیورسٹی سے ملحق کر دیا جائے اور اس کی ڈگری ایم اے یا بی ایڈ کے برابر کی جائے۔

مولانا حبیب اللہ نے کہا کہ یونیورسٹی کے اساتذہ کی طرح فاضل علماء کو بھی تدریس کے لیے بلایا جائے۔ جن مضامین پر لکچر دئے جاتے ہیں ان پر اردو میں مختصر اور جامع کتب طیار کرائی جائیں اور انہی سے امتحان ہو جب تک انگریزی سے چھٹکارا حاصل نہیں ہوتا اس وقت تک بقدر ضرورت انگریزی کو شاملِ نصاب کیا جائے۔

حافظ محمد صالح صاحب نے اساتذہ کی تعریف کی اور تدریس کے لیے علماء کی خدمات حاصل کرنے کی تجویز کی تائید کی۔ مولانا محمد امین نے رہائشی انتظام بہتر بنانے، علماء کے وظیفہ میں

مہنگائی الاؤنس اور فارغ حضرات کے لئے گریڈ ۱۱ کا مطالبہ کیا۔ قاری عبدالغنی صاحب نے سند کو ایم ۔ اے کے برابر قرار دینے اور گریڈ ۱۲ کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے مسلمہ علماء کی خدمات برائے تدریس پر زور دیا۔

مولانا عزیزالرحمٰن نے پنجاب کی کی طرح باقی صوبوں میں بھی علماء کے بچوں کے لیے تعلیمی وظائف اور پراویڈنٹ فنڈ کا مطالبہ کیا نیز پنشن کی تجویز پیش کی۔

قاری عبدالسمیع صاحب نے اکیڈمی کی جگہ کے لیے پُرسکون ماحول اور کم از کم یکسالہ کورس کی تجویز پیش کی۔

مولانا غلام علی نے ہر چیز کی تعریف کی لیکن اس میں جاذبیت نہ ہونے کا ذکر کیا۔ کیونکہ علماء معاشی طور پر نہ اب مطمئن ہیں اور نہ مستقبل میں امکان نظر آتا ہے۔ انہوں نے علماء کو اس اعتبار سے مطمئن کرنے پر زور دیا مولانا محمد اسلم کی تجاویز یونی ورسٹی اساتذہ کے ساتھ ساتھ دوسرے اہل علم کو بلانے اور علماء کے معاشرتی وقار کا انتظام کرنے کے متعلق تھیں۔

مولانا عبدالحق نے محل وقوع تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا جبکہ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نے چیف آف اوقاف اور ڈائریکٹر صاحب کی خدمات کو سراہا۔ اور اپنے رفقاء کی تجاویز کی حمایت کی۔ جہاں تک ان تجاویز کا تعلق ہے وہ سب معقول اور قابل عمل ہیں، جہاں تک محل وقوع کا تعلق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قلعہ وغیرہ کے پیشِ نظر یہ جگہ سیرگاہ بن چکی ہے۔ اقبال پارک جانے والے لوگوں کا راستہ یہی ہے۔ خود حضوری باغ ایک سیرگاہ ہے۔ علامہ اقبال کی قبر پر آنے والوں کا مسئلہ ہے۔ اور اس سے آگے بڑھ کر خود شاہی مسجد ایک سیرگاہ ہے جب کہ شرعاً یہ صحیح نہیں، اس لیے اس ماحول میں علمی و تعلیمی کام کا مسئلہ ہے تو نازک لیکن اگر محکمہ توجہ دے تو اس ماحول کو پرسکون بنایا جا سکتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر جگہ کی تبدیلی بھی مناسب ہے کہ اس طرح فائدہ زیادہ ہو گا۔

بہرحال ان گذارشات کا مقصد اس ادارہ کا تعارف، اس کی اہمیت و ضرورت اور اس ضمن میں اچھی تجاویز کو سامنے لانا پیشِ نظر تھا۔ خدا کرے کہ یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہو

میں خاص طور پر ڈائریکٹر صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مصروفیات سے وقت نکال کر مجھے مطلوبہ معلومات فراہم کیں۔

دعاءِ مغفرت

چودھری محمد حسین صاحب سیل مین جالندھر موتی چور ہاؤس کی والدہ انتقال کر گئیں۔ احباب سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

چھلتے چھلتے

جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے ناظم اور ادارہ مرکزیہ دعوت و ارشاد چنیوٹ کے بانی مولانا منظور احمد چنیوٹی کو جھنگ سمری کورٹ نے ایک ماہ قید بامشقت کی سزا سنائی ہے

مولانا پر الزام یہ ہے کہ انہوں چنیوٹ کی ایک مسجد میں جمعہ کے خطبہ میں جو تقریر کی اس میں سیاسی مسائل پہ گفتگو کی۔ اور مرزائیوں کے خلاف نفرت انگیز تقریر کی۔

جہاں تک سیاسی مسائل کا تعلق ہے تو مولانا نے محض بھٹو کے قاتلوں کو سزائے موت دینے پر حکومت کو مبارک دی۔ رہ گئے مرزائی تو چونکہ وہ قرآن و سنت کی رو سے کافر و مرتد ہیں اور پاکستانی آئین میں ایک ترمیم کے ذریعہ ان کا کفر تسلیم کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد ان کے کافرانہ لٹریچر کی ضبطی کا مطالبہ اور آئینی ترمیم پہ عمل درآمد کی بات کو نفرت انگیزی سے تعبیر کرنا عجیب سی بات ہے

ہم اپنے اللہ کے حضور مولانا المحترم کی استقامت کے ساتھ ساتھ "عمل" کی عمل داری کے لیے دعا گو ہیں۔

*

حضرت لاہوری کی علمی یادگار مدرسہ قاسم العلوم

میں

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی تشریف آوری

ابن منظور کے قلم سے

۲۴ اپریل پیر کا دن مدرسہ قاسم العلوم کے لیے ایک خوش گوار اور پُر بہار دن تھا جو اپنے جلو میں مسرتوں اور خوشیوں کو سمیٹ لایا۔ راقم ایک کام کے سلسلہ میں مدیر خدام الدین کی معیت میں جب دفتر خدام الدین پہنچا تو پردۂ سماعت سے ایک خوش کن خبر ٹکرائی کہ آج خانوادۂ قاسمی کے چشم و چراغ، علم و فضل کے روشن مینار، ایشیا کی عظیم اسلامی یونیورسٹی کے سربراہ جناب قاری محمد طیب صاحب حضرت لاہوری کے فرزند بلند بخت سے ملنے اور اس ادارہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازنے کے لیے پہنچ رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی عقل و شعور کے پردوں میں مسرت و انبساط کی ایک لہر دوڑ گئی۔ افسردگی شگفتگی میں بدل گئی۔

ابھی آنے والے پُر کیف لمحات کا تصور ہی کر رہا تھا کہ جناب قاری صاحب آ پہنچے۔ چہرے پر نظر پڑتے ہی بے تاب نگاہوں نے اپنی تشنگی سیرابی میں بدلتے دیکھی۔ دل حزیں نے اپنے پہلو میں شبنم کی سی ٹھنڈک محسوس کی۔ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور، مدیر خدام الدین اور سابق مدیر تبصرہ مرزا جانباز اور دیگر حضرات نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ اس موقعہ پر حضرت انور نے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اس پیرانہ سالی میں آپ کا ورود مسعود ہمارے لیے باعث صد افتخار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ عاطفت تا دیر ہمارے سروں پر رکھے۔

محفل میں شریک ہر چہرہ شاداں اور ہر دل فرحاں دکھائی دے رہا تھا۔ آخر کیوں نہ ہو جبکہ ان کی نگاہوں کے سامنے اکابر و اسلاف کی آخری نشانی حضرت قاسم العلوم والخیرات کے کاروان حیات کا آخری راہی شہیدانِ بالاکوٹ کے لشکر کا ایک عظیم سپاہی جلوہ افروز تھا۔ جو حقائق و معارف کی تعبیر اور شرافت و بزرگی کی تصویر بنے بیٹھا تھا۔ ملفوظات طیبات سننے کے لیے ہر ایک ہمہ تن متوجہ تھا۔ نجانے یہ سعادتِ بے پایاں اور یہ ساعتِ دُرِ افشاں پھر نصیب ہو کہ نہ ہو۔

دورانِ گفتگو جب مردِ مجاہد حضرت لاہوری کے ساتھ عقیدت وانسی کا تذکرہ ہوا تو حضرت انور نے اپنا ایک چشم دید واقعہ سنایا جو حضرت لاہوری کا قاری صاحب سے محبت و الفت کا مظہر اور خود حضرت لاہوری کی حق گوئی و بے باکی کا ایک بین ثبوت ہے۔ جانشین شیخ التفسیر یوں گویا ہوئے کہ پہلی پہل حکومتِ پاکستان نے سی آئی ڈی کی غلط رپورٹنگ کی وجہ سے قاری صاحب کو یہاں آنے کی اجازت نہ دی۔ صورتِ حال کا علم جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہوا تو باوجودیکہ والد صاحب جو کبھی حاکموں کی رہگذر کے قریب بھی جانا گوارا نہیں کرتے تھے فوراً حاکم پنجاب فیروز خاں نون کے پاس پہنچے، ملاقات ہوئی۔ مقصد کا اظہار کیا۔ فیروز خاں لیت و لعل کرنے لگے۔ تو حضرت نے کہا کہ قاری صاحب کی آمد سے کوئی گڑبڑ نہ ہوگی بفرض محال ایسا ہوا بھی تو احمد علی جیل کی صعوبت جھیلنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دے گا۔ چنانچہ اجازت دے دی گئی اور دوسرے روز قاری صاحب ہمارے مہمان تھے۔

مولانا کہنے لگے کہ اس دوران ایک پریشان کن واقعہ ہوا۔ ہوا یوں کہ فیروز خاں نون کی ایک بیوی انگریز

تھی جو اسلامی طرزِ معاشرت سے ناواقف تھی۔ فیروز خاں نون نے جب تعارف کرایا تو اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن والد صاحب نے ہاتھ روکے رکھا تو وہ سخت چیں بجبیں ہوئی۔ لیکن فیروز خاں نون نے حضرت کی ہدایت پر اسے انگریزی میں سمجھایا تو وہ کہنے لگی، مجھے غصہ تو بہت آیا مگر یہ جان کر کہ یہ اسلام کے پاکیزہ اصولوں میں سے ایک اصول ہے بہت خوشی ہوئی اور آپ کی احسان مند ہوں وگرنہ اس سے قبل کسی مسلمان نے میری رہنمائی نہیں کی۔

کتنے عظیم تھے وہ لوگ جن کی وجہ سے حق و صداقت کے چراغ روشن رہے جو شاہ و گدا کی تمیز سے ناواقف اظہار حق میں کوئی باک اور کسی مصلحت کا شکار نہ ہوتے تھے۔

الغرض تقریباً ایک گھنٹہ کی یہ پُر وقار اور سدا بہار تقریب سعید چائے کے گرم گرم گھونٹوں اور مٹھائی کے شیریں لقموں پر ختم ہوئی۔ اور وہ محفل جو کچھ دیر پہلے ابرار و انوار سے معمور اور علم و حکمت کے موتیوں سے لبریز تھی پل کی پل میں سُونی ہو گئی

ع تم کیا گئے رونق بہار گئی

میڈیکل کے اُمیدواروں کا مسئلہ

ملک میں تعلیمی اعتبار سے جو پریشانیاں ہیں ان کی داستان بہت طویل ہے۔ ہم فی الحال میڈیکل میں داخلہ کے لیے پریشان طلبہ کے مسائل کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں تاکہ اربابِ اقتدار ان کے حل کی طرف متوجہ ہو سکیں۔

حالت یہ ہے کہ پنجاب کی آبادی ۴ کروڑ ہے اور سندھ کی ۱½ کروڑ لیکن میڈیکل کی سیٹیں دونوں جگہ سترہ سترہ سو ہیں اور میڈیکل کالج دونوں جگہ ۶، ۶ ہیں۔ پھر سندھ میں ایف ایس سی کے دو سالہ کورس کے دو امتحان ہوتے ہیں جبکہ پنجاب میں ایک ہی امتحان ہوتا ہے۔ اس کے بعد سندھ میں ۱۴ میں سے ۱۰ سوال حل کرنا ہوتے ہیں۔ تو پنجاب میں ۱۲ میں سے ۶ اور سندھ میں اعلیٰ سیکنڈ ڈویژن سے امیدواروں کو داخلہ مل جاتا ہے جبکہ پنجاب میں اعلیٰ فسٹ ڈویژن حضرات کو۔ ایک ملک میں ہر جگہ دو پیمانے کیوں ہیں۔ اس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں شاید انتظامیہ کچھ بتا سکے۔ بہرحال ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ طریقہ نقصان دہ ہے!

ستم یہ ہے کہ پنجاب میں نتائج کی لسٹ اس وقت جاری کی جاتی ہے جب طلبہ نہ تو بی ایس سی یا کسی دوسرے شعبہ میں داخلہ لے سکتے ہیں (کیونکہ وقت گذر چکا ہوتا ہے) نہ ہی دوبارہ ایف ایس سی کے امتحان میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اس کی وجہ بھی یہی ہوتی ہے کہ لسٹ ایسے وقت جاری ہوتی ہے جب امتحان شروع ہو جاتے ہیں اور امیدوار گومگو کی پالیسی کے سبب کہیں کے نہیں رہتے۔

اس صورت حال کے پیش نظر ہماری محدود معلومات کے مطابق ۶ سو طلبہ متاثر ہوئے ہیں اور ان کا وقت ضائع ہوا ہے۔ امیدوار یہ چاہتے ہیں کہ اول تو پنجاب کو آبادی کے تناسب سے سیٹیں ملیں۔ ایسا ممکن نہیں تو کالجوں میں ڈبل شفٹ کا انتظام کر دیا جائے۔ ایسا بھی ناممکن ہو تو پھر ہر کالج میں ۲۵ فی صد سیٹیں بڑھا دی جائیں اور اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو پھر تمام ملک میں داخلوں کا انتظام وفاقی حکومت اپنے ذمہ لے لے اور اس میں یہ اہتمام کرے کہ صوبائی تفریق کے بغیر محض اہلیت کی بنیاد پر داخلہ دیا جائے۔

ہمارے خیال میں آخری تجویز سب سے زیادہ بہتر ہے کہ اس میں بڑے فوائد مضمر ہیں تاہم اگر کسی وجہ سے یہ ناقابل عمل ہو تو کوئی دوسرا طریقہ اپنا کر طلبہ اور ان کے والدین کی پریشانیوں کا ازالہ کیا جائے اور معصوم نسل کو مایوس ہونے سے بچایا جائے کیونکہ مایوسی فتنوں کو جنم دیتی ہے۔

مجلس ذکر اور آیت کریمہ

۱۱ مئی ۶۸ء جمعرات بعد نماز مغرب

صلائے عام ہے یاران نکتہ دان کے لیے۔

ناظم

بہنوں کا صفحہ ——— از: فہمیدہ ناز

عورت سراپا پردہ

بلحاظ عنوان عورت پر مضمون لکھتے ہوئے اس عنوان کی توضیح کے لیے یہ کہنا ضروری سمجھتی ہوں کہ عورت جس کو عربی زبان میں "مرأۃ" کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے یہ انسانی صنف جن خصوصیات کی حامل ہے اس لحاظ سے اس کے پورے تشخص کو واضح کرنے والا نام اردو زبان میں نہایت ہی موزوں اور برمحل ہے۔ کیونکہ اردو زبان میں اس صنف انسانی کے لیے "عورت" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی عربی زبان میں پردہ کے ہیں۔ جس کو کھولنا ہر انسان فطرۃً اور عادتاً عار سمجھتا ہے۔ اور جس کو کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے۔ کہ اس انسانی صنف کے ہر عضو کا سرعام کھلنا قطع نظر حکم شرعی کے انسان کی اجتماعی مصلحتوں کے خلاف ہے۔ حتیٰ کہ اس کی ذاتی آواز اور زیورات کی جھنکار بھی انسان کی شہوانی قوت کے ہیجان کے لیے باعث بن سکتی ہے لہٰذا یہ چیزیں بھی چھپانے کے قابل ہیں۔ تو اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ عورت سراپا پردہ ہے اور اس معنی کو اس صنف کا اُردو نام ہی خوب واضح کرتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہم اس موقعہ پر پردہ سے متعلق حکم شرعی بیان کرنے کی بجائے عقلی طور پر عورت کے سراپا پردہ ہونے پر عقلی دلائل قائم کرتے ہوئے عرض گذار ہیں کہ یہ بات تو مسلّم ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے انسان کے اندر تین قسم کی قوتیں ودیعت رکھی ہیں۔

۱۔ قوت عاقلہ (۲) شہوانی قوت (۳) غضبانی قوت یا قوت غضبیہ۔ بات کو طول دیئے بغیر اس موقعہ پر ہم قوتِ شہوانی کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔

یہ وہ قوت ہے جسے انسان خواہشات کی تکمیل کے لیے بروئے کار لاتا ہے مگر اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ انسان جس قدر خواہشات کی تکمیل کرتا ہے یا تکمیل کے لیے مصروف رہتا ہے اسی قدر وہ انسانیت سے دُور اور بہیمیت کے قریب ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جب انسان مکمل طور پر خواہشات کے دام میں گرفتار ہو جاتا ہے تو خاص و عام اُسے خواہشات کا بندہ، خواہش پرست، ہوس ناک انسان کے القاب سے نوازتے ہیں اور ہر ذی شعور اسے بنظرِ کراہت دیکھتا ہے اور ہر ایک ایسے شخص کے قرب اور اس کی صحبت سے گریز کرتا ہے۔

آخر کیا وجہ ہے۔ یہ وہی ہاتھ پاؤں ناک کان والا انسان ہے جیسے دوسرے ہیں۔ یہ کیوں سب میں اس طرح سے کراہت سے دیکھا جانے لگا جب ہم اس بنیادی نقطے پر سوچنے لگیں گے تو بالآخر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ شخص قوتِ شہوانی کے بے دریغ استعمال کی وجہ سے انسانی مقام کے بام عروج سے گر کر بہیمیت کے درک اسفل میں پہنچ چکا ہے۔ بہرحال امید ہے کہ اس تفصیل سے میں قارئین کو یہ بات ذہن نشین کرا سکی ہوں گی کہ قوت شہوانی کے بے دریغ استعمال اور خواہشات کی تکمیل سے انسان شرفِ انسانی کو کھو بیٹھتا ہے۔ آمدم برسرِ مطلب۔

تو اب ہم کہتے ہیں کہ قدرت نے اس انسانی صنف کی بناوٹ، اس کے اعضاء، سجاوٹ، اس کی حرکات و سکنات، اس کے لب و لہجہ، اس کی آواز اور اس کے سراپا میں طبعی طور پہ ایک ایسی نرمی اور نزاکت رکھی ہے کہ جس کو دیکھ کر، سن کر، چھو کر، طبعی طور پر مردوں کا قلبی میلان ان کی طرف ہو جاتا ہے قوتِ شہوانی میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ افکار و تخیلات بدلتے ہیں ارادوں میں فتور آتا ہے اور عورت کی یہ طبعی کشش اور مرد کا طبعی میلان دونوں چیزیں جمع ہو جائیں تو تکمیل خواہش اور شہوانیت کی پیروی میں انسان بیں صورت ارتکاب جرم نہیں بلکہ ارتکاب جرائم پہ آمادہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس خواہش کی تکمیل کے لیے وہ ہر نوعیت کے اس جرم کا ارتکاب کریگا جو اس خواہش تک رسائی کے لیے اسے ممدّ و معاون ثابت ہو۔ اور اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں کیونکہ

یہ تو آج کل روزمرہ کا مشاہدہ بن چکا ہے۔

تو دیکھئے بات صرف پردے کی تھی۔ اس کے فقدان سے کتنے ہی جرائم کے دروازے کھلتے ہیں جن کے بند کرنے کا ذریعہ اور کوئی نہیں۔ اللہ تبارک و تعالےٰ مومنین اور امّتِ محمدیہؐ کی عفت مآب ماؤں ۔ حریم رسالت کی پیکرِ تقویٰ و طہارت ازواج مطہرات سے خصوصی خطاب میں بھی اسی چیز کا ذکر فرمایا ہے۔

یانساء النبی لستنّ کاحدٍ من النساء ان اتقیتنّ فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہٖ مرض و قلن قولاً معروفاً ٥ و قرن فی بیوتکنّ ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ۔

ترجمہ: اے نبی کی عورتو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں (یعنی تمہارا مقام اور عورتوں سے بہت ہی بلند و بالا ہے) اگر تم تقویٰ کا لحاظ رکھتی ہو تو بات دبے (دلکش) لہجے میں نہ کرو۔ (اگر ایسا کرو گی) تو لالچ کرے گا ایسا شخص جس کے دل میں (شہوانی) روگ ہے اور کہو بات معقول۔

مقصد یہ ہے کہ پاکباز عورتوں کو چاہیے کہ غیر مردوں سے بات کرتے وقت بتکلف ایسا لب و لہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھاپن ہو اور کسی بدباطن کے قلبی میلان کو اپنی طرف جذب نہ کرے۔ امہات المومنین کے لیے اپنے بلند مقام کی وجہ سے اس میں اور بھی احتیاط لازم ہے۔ تاکہ کوئی بیمار روگی اپنی عاقبت نہ تباہ کر بیٹھے۔

آگے فرمایا۔

"اور بیٹھی رہو اپنے گھروں میں (اور اپنی زینت کو نہ دکھلاتی پھرو جیسا کہ دکھلانا دستور تھا پہلے زمانہ جاہلیت میں"

علامہ عثمانی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "یعنی اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتیں بےپردہ پھرتیں اور اپنے بدن اور لباس کی زیبائش کا اعلانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔ اس بداخلاقی اور بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کر سکتا تھا۔ اس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن و جمال کی نمائش نہ کرتی پھریں۔

امہات المومنین کا فرض اس معاملہ میں اوروں سے زیادہ مؤکد ہوگا جبکہ لستنّ کاحدٍ من النساء کے تحت میں گذر چکا۔ باقی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کی بناء پر بدون زیب و زینت کے متبذل اور ناقابل اعتناء لباس میں مستتر ہو کر احیاناً باہر نکلنا بشرطیکہ ماحول کے اعتبار سے فتنہ کا موجب نہ ہو بلاشبہ اس کی اجازت نصوص سے نکلتی ہے۔ اور خاص ازواج مطہرات کے حق میں بھی اس کی مخالفت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ متعدد واقعات سے اس طرح کا ثبوت ملتا ہے لیکن شارع کے ارشادات سے یہ بداہتہً ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پسند اسی کو کرتے ہیں کہ ایک مسلمان عورت بہرحال اپنے گھر کی زینت ہے اور باہر نکل کر شیطان کو تاک جھانک کا موقعہ نہ دے۔

تو میں اپنی مسلمان ماؤں اور بہنوں سے سوزِ دل کے ساتھ یہ گذارش کروں گی کہ آئیں سوچیں۔ کہ ان ارشادات قرآن کی روشنی میں ہماری مشابہت کس حد تک مومنات اور مسلمان عورتوں سے ہے۔ اور کہاں تک ہم زمانہ جاہلیت اور دولت اسلام سے عاری عورتوں کے طور طریق سے اجتناب کرتی ہیں۔ مقام افسوس ہے کہ قرآن کے ازلی خطاب میں پکار پکار کر عصمت، عفت اور عظمت کی طرف بلا رہے ہیں اور ہم ہیں کہ خطاب خداوندی کے برعکس غیروں کی تقلید میں جنون کی حد تک والہانہ انداز میں منہمک اور فیشن کے سیلاب میں تنکوں کی طرح بہہ رہے ہیں۔ ع

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

بچوں کا صفحہ

از: بھائی جان

شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ

حلال و حرام میں احتیاط کی انوکھی داستان

پیارے بچّو! آج ہم تمہیں ایک ایسے بچے کا واقعہ سناتے ہیں جو حرام چیز سے سخت نفرت رکھتا تھا اور جس کام کو خدا اور رسولؐ نے منع کیا ہو اسے بچپن ہی سے اس سے نفرت تھی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص اپنے ایک کاندھے پر اپنے بیٹے کو اٹھائے ہوئے اور دوسرے کاندھے پر اپنا پالتو طوطا بٹھائے ہوئے اپنے گاؤں کی پگڈنڈیوں پر چلا جا رہا تھا پگڈنڈیوں کے دونوں طرف سبز سبز کھیت لہرا رہے تھے۔ کھیتوں میں گندم کی جوان فصل جھوم رہی تھی! طوطا گندم کے سبز سبز خوشوں کو دیکھ کر خوشی سے بولنے لگا۔ طوطے کے مالک کو طوطے سے بڑا پیار تھا اس نے ساتھ والے کھیت کی طرف جُھک کر گندم کا ایک خوشہ توڑ کر طوطے کی طرف بڑھا دیا۔ باپ کی اس حرکت کو دیکھتے ہی بچہ رونے لگا۔ باپ نے لاکھ خاموش کرانے کی کوشش کی۔ بچہ روئے جا رہا ہے۔ والد جس قدر اسے خاموش کراتا اس کے رونے میں اور اضافہ ہوتا

آخر بچے نے ضد شروع کر دی کہ مجھے یہیں اتار دیں۔ باپ لاکھ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔" بیٹا! میرے ساتھ گھر چلو۔ راستے میں ضد نہیں کیا کرتے۔ تمہیں یہاں اتار کر میں اکیلا گھر کیسے چلا جاؤں؟ آخر وجہ کیا ہے؟ تم بلا وجہ کیوں رونے لگ گئے ہو؟"

"آپ نے گندم کا خوشہ کیوں توڑا ہے؟" بچے نے باپ کے کندھے سے نیچے اترتے ہوئے ناراضگی کے سے انداز میں معصومانہ سوال کر دیا

"بیٹا! یہ خوشہ اس طوطے کے لیے توڑا ہے۔ یہ کتنا پیارا طوطا ہے یہ سبز خوشہ کھا کر خوش ہوگا"۔ باپ نے روٹھے ہوئے بچے کو مناتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن کیا آپ نے یہ خوشہ توڑنے سے پہلے کھیت کے مالک سے اجازت لی تھی؟" بچے نے اسی معصومیت سے دوسرا سوال کر دیا۔

"نہیں تو ــــ! اس کھیت کا مالک یہاں کہیں سامنے موجود نہیں تھا اس لیے میں نے توڑ لیا"۔ باپ ابھی بھی بچے کی بات کی گہرائی تک نہیں پہنچا تھا۔

"جب کھیت کا مالک یہاں موجود نہیں تھا اور آپ نے اس سے اجازت نہیں لی تھی تو آپ نے یہ خوشہ کیسے توڑ لیا؟ کیا شرعی طور پر یہ ناجائز نہیں ہے کہ کسی شخص کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کیا جائے اور کسی کی چیز اس کی اجازت کے بغیر لے لی جائے"۔ بچے نے صاف الفاظ میں باپ کی غلطی کی نشاندہی کر دی اور اپنی ناراضگی کی وجہ بھی بتلا دی کہ میں اس وجہ سے ناراض ہوں۔

اب والد کو سمجھ آیا کہ میرا بیٹا کیوں ناراض ہے اور کس وجہ سے اتنی ضد کر رہا ہے۔ والد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "لیکن بیٹا! یہ تو ایک ہی خوشہ ہے جو ویسے بھی راہگیروں سے الجھ کر بھی ٹوٹ سکتا ہے ــ پرندے وغیرہ بھی تو اتنی چیز ضائع کر دیتے ہیں ایک خوشہ توڑنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں میں نے کون سی پوری فصل کاٹ لی ہے؟" باپ ابھی بچے کی ضد کو بچگانہ ضد ہی سمجھ رہا تھا جو چند میٹھی میٹھی باتوں اور حیلے بہانوں سے

ختم ہو جاتی ہے لیکن اسے کیا معلوم کہ میرا بیٹا کتنا خدا شناس اور حلال و حرام میں فرق دیکھنے والا حلال سے محبت اور حرام سے نفرت رکھنے والا ہے!

تو کیا آپ کے خیال میں برائی اس وقت برائی شمار ہو گی جب کہ وہ خوب وسیع پیمانے پر ہو اور اگر وہی برائی چھوٹے پیمانے پر ہو تو وہ اچھائی شمار ہونے لگے گی؟ کیا تھوڑی برائی میں اس لیے کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ تھوڑی ہے؟ اگر ہمارے سوچنے کا یہی انداز رہا تو یہ چھوٹے پیمانے کی برائیاں اور بد احتیاطیاں ہمیں بڑی بڑی کوتاہیوں اور لغزشوں تک پہنچا دیں گی اور جس طرح ہم آج چھوٹی غلطیوں میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے ایک وقت آئے گا کہ ہماری بے حسی ہمیں اس مقام پہ پہنچا دے گی۔ جبکہ ہم بڑے بڑے گناہوں میں کوئی جھجک نہیں محسوس کریں گے۔ آج اگر ہم اپنی چھوٹی لغزش کو لغزش نہیں سمجھیں گے تو اس سے لغزش کرنے کی حوصلہ افزائی ہو گی جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ احساس گناہ ختم ہو جائیگا اور نافرمانی کے دروازے کھل جائیں گے۔"

بیٹا بولتا چلا گیا۔ اس کی ننھی آواز باپ کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ اس کے نصیحت سے بھرپور معصوم معصوم جملے باپ کے دل میں اترتے جا رہے تھے۔ باپ خیالات کی وادی میں گم سم بیٹھا سوچ رہا تھا کہ جن باتوں کا احساس میرے اس کم عمر بچے کو ہے مجھے ان کا احساس کیوں نہ ہوا؟ یہ تو میرا حق تھا کہ اگر ایسی غلطی بیٹا کر بیٹھتا تو اسے سمجھاتا اور گناہ

اگر ہم چھوٹی غلطیوں کو معمولی چیز سمجھتے رہے تو اس سے بڑے بڑے گناہوں کا حوصلہ پیدا ہو گا اور برائی کا احساس ختم ہو جائے گا۔ !!

اور احساس گناہ کا فرق سمجھاتا۔ لیکن میرا احساس ناپختہ نکلا اور میرے بیٹے نے مجھے بروقت تنبیہ کر دی۔

بیٹے نے جب باپ کو کسی گہری سوچ میں گم پایا تو خاموش ہو گیا یکایک باپ بھی سوچ کی وادی سے باہر نکلا اور بیٹے کی طرف پیار اور رشک بھری نظروں سے دیکھنے لگا اب باپ کو احساس ہو چکا تھا کہ بیٹے کی ضد عام بچوں کی ضد جیسی ضد نہیں تھی بلکہ اس کا ایک گہرا مقصد تھا۔ اب وہ بیٹے کی بات کو ٹالنا نہیں چاہتا تھا۔ بلکہ اسے حقیقی معنوں میں احساس ہو گیا تھا کہ بیٹے کی بات صحیح ہے۔ "لیکن اب یہاں تمہاری ضد کرنے کا کیا فائدہ؟ غلطی تو ہو چکی۔ مجھے اب اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے چلو اب گھر کو چلتے ہیں ــــــ میں اللہ تعالےٰ سے اس لغزش کی معافی مانگتا ہوں۔" باپ نے تھک ہار کر بیٹے کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے بات ختم کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں! میں نہیں جاؤں گا۔ آپ گھر تشریف لے چلیں میں یہیں رہوں گا تاوقتیکہ اس کھیت کا مالک آئے میں اس سے معافی مانگوں گا کہ میرے ابو نے آپ کی اجازت کے بغیر گندم کا ایک خوشہ توڑا ہے۔ یہ چونکہ اس مالکِ زمین کا حق ہے اس لیے اس سے معاف کرا کے گھر آؤں گا۔"

بچے کا جواب فیصلہ کن بھی تھا اور معنی خیز بھی۔

حلال و حرام میں معمولی سی لغزش کا اتنا زیادہ احساس کرنے والے بچے کا نام فضل الرحمٰن تھا۔ جب بچپن ہی میں حلال و حرام کا اس قدر خیال ہو تو بڑے ہو کر ایسے بچے پوری قوم کے لیے باعثِ فخر ہوتے ہیں چنانچہ جب یہ بڑے ہوئے تو اب لوگ انہیں حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے نام سے جاننے لگے بڑے بڑے علماء اور مشائخ نے ان سے علم حاصل کیا اور ان کے مرید ہوئے

پیارے بچو! حلال و حرام میں اگر اس طرح کا احساس ہم اپنے اندر پیدا کر لیں تو ساری برائیوں کا خاتمہ ہو جائے کیونکہ برائی ترقی ہی اس لیے کرتی ہے کہ اسے برائی سمجھا نہیں جاتا!

اللہ سے بغاوت

لَاتُشْرِكْ بِاللهِ وَاِنْ قُتِلْتَ (بخاری)

اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا اگرچہ تیری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

ـــہ

شرک رب کے ساتھ نہ کرنا کبھی
گرچہ تیری جان تک جائے چلی

جامع مسجد ختم نبوّت ربوہ میں

شعبہ حفظِ قرآن کا اجراء

گذشتہ روز مسلم کالونی ربوہ کی جامع مسجد ختم نبوّت میں شعبہ حفظِ قرآن کا اجراء کر دیا گیا۔ فیصل آباد چنیوٹ، ربوہ اور گرد و نواح کے علماء کرام اور فدایانِ ختم نبوّت نے اس بابرکت اجتماع میں شرکت کی۔ مدرسہ حفظِ قرآن کا افتتاح کرتے ہوئے مولانا تاج محمود رکن شوریٰ مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان نے اپنی مختصر تقریر میں کہا کہ آج ہم اللہ کے نام سے اسی کی رضا کے لیے اور اسی کے توکل پر اس بستی میں درس قرآن مجید کا افتتاح کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اسی جگہ انشاءاللہ ایک عظیم الشان جامع مسجد اور ایک عظیم دارالعلوم تعمیر ہو جائے گا اور یہ جگہ حفظِ قرآن مجید تجوید و قرأت سیکھنے اور دوسرے دینی علوم کے حصول کا بہت بڑا مرکز بن جائے گا۔

مولانا نے اس موقع پر ان تمام علماء حق اور فدایانِ ختمِ نبوت کو خراجِ عقیدت پیش کیا جنہوں نے گذشتہ ایک سو سال میں اس فتنۂ ارتداد کے انسداد کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں۔ اور تحفظ عقیدہ ختم نبوّت اور حفاظت و اشاعتِ اسلام کے لیے بے مثال کام کیا۔ مولانا نے فرمایا اے کاش! آج اس اجتماع میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر اور مولانا بنوری موجود ہوتے اور دیکھتے کہ آج ان کی محنتوں کے صلہ میں اس عظیم علمی، دینی، روحانی اور تبلیغی مرکز کی بنیاد رکھی جا رہی ہے۔

مولانا تاج محمود نے اس عزم کا اظہار کیا کہ اس مرکز سے ملت کو قرآن و سنت کا پیغام دیا جائیگا اور یہ مرکز تمام مسلمانوں کے اتحاد کا ایک عظیم پلیٹ فارم بن جائے گا۔

اس بابرکت افتتاحی تقریب سے مولانا تاج محمود کے علاوہ مولانا سعید الرحمٰن انوری، مولانا امداد الحسن نعمانی، مولانا خدا بخش، مولانا اللہ وسایا، مولانا قاری ابراہیم، چوہدری ظہور احمد اور شیخ منظور حسین چنیوٹی نے بھی خطاب کیا قاری محمد حنیف صاحب صدر مدرس مدرسہ مفتاح العلوم چنیوٹ نے برکت کے لیے طلباء کو پہلا سبق پڑھایا۔ اس درسگاہ کے پہلے صدر مدرس قاری عبدالکریم صاحب مقرر ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا محمد حیات صاحب فاتح قادیان مدرسہ کے نگران اعلیٰ ہوں گے۔ مدرسہ کے جملہ اخراجات مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان برداشت کرے گی۔ فیصل آباد کے معروف رہنما الحاج خلیل احمد لدھیانوی نے مدرسہ کے لیے ایک سو روپیہ ماہوار مستقل امداد دینے کا اعلان کیا مولانا فقیر محمد، مولانا اشرف ہمدانی، قاری شبیر احمد، حکیم محمد صدیق و اللہ رائے بھی تقریب میں شرکت کے لیے ربوہ پہنچے ہوئے تھے۔ مخلصانہ دعاؤں پر تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ مٹھائی اور چائے سے جملہ حاضرین کی تواضع کی گئی

اقبال ایم اے

سیکرٹری مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد

نبی مکرم علیہ السلام

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

نسبِ مطہّر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ کو مِنْ اَنْفَسِكُمْ یعنی ف پر زبر پڑھا۔ جس کے معنی یہ ہیں:

"بے شک آئے تمہارے پاس
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
تمہارے اشرف اور سب سے
زیادہ نفیس خاندان سے"

اس آیت کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں تم میں سے بہ اعتبار حسب نسب سب سے افضل اور بہتر ہوں، میرے آباؤ اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کہیں زنا نہیں، بلکہ نکاح ہے۔ (زرقانی ج ۱، ص ۶۷)

ایک ارشاد میں فرمایا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء و مرسلین گزرے ہیں کسی طاعن نے ان کے نسبِ مطہرہ میں کلام نہیں کیا، صرف یہود بے بہبود نے حضرت سیدۃ صدیقہ مریم عیسیٰ علیہ السلام کی مادرِ عفیفہ پر تہمت لگائی۔

حق تعالیٰ جل شانہ نے اپنی کتاب میں نہایت تفصیل سے حضرت مریم کی براءت فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کو بیان فرمایا اور جا بجا یہود پر لعنت فرمائی ہے۔

قیصرِ روم نے جب ابو سفیان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے بارے میں سوال کیا:

کیف نسبہٗ فیکم

"ان کا نسب کیسا ہے؟"

تو صحیح بخاری کے یہ الفاظ ہیں، کہ ابو سفیان نے جواب دیا:

ھو فینا ذو نسب

"وہ ہم میں بڑے نسب والا ہے"

بزار کی روایت میں یہ ہے کہ حسب و نسب اور خاندانی شرف میں کوئی ان سے بڑھ کر نہیں ہے۔

قیصرِ روم نے کہا یہ بھی انکے نبی ہونے کی ایک علامت ہے، آپ کا خاندان سب سے اعلیٰ اور اشرف ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ قیصرِ روم نے ابو سفیان کا جواب سن کر کہا، پیغمبر ہمیشہ شریف خاندان سے ہی ہوتے ہیں۔

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب جو عالم کے تمام سلاسلِ انساب سے اعلیٰ اور برتر ہے سب سے افضل و برتر ہے وہ سلسلۃ الذہب اور شجرۃ النسب یہ ہے:

سلسلۂ نسب

سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن عدنان (بخاری شریف)

اور عدنان کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہونا بھی مسلّم ہے۔ (زاد المعاد)

عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک بعض تیس پشتیں بتلاتے ہیں۔

مادری سلسلۂ نسب

اوپر والا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے ہے اور یہ والدہ ماجدہ کی طرف سے ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن آمنہ بنت وہب بن عبد المناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ (ابنِ سعد)

ولادت باسعادت

سرورِ عالم وُلدِ آدم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم واقعۂ "فیل" کے پچاس دن بعد بتاریخ ۸ یا بارہ ربیع الاول پیر کے دن صبح صادق کے وقت بمطابق ماہ اپریل ۵۷۰ء ابو طالب کے مکان میں پیدا ہوئے۔

(سیرت مصطفیٰ ج ۱، ص ۴)

حضرت عبداللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابا جان کا انتقال تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ بیٹے کے زخم خوردہ ضعیف العمر عبدالمطلب پوتے کی خوشخبری سن کر گھر آئے اور نو مولود بچے کو خانہ کعبہ میں لے جا کر دعا مانگی۔

(تاریخ اسلام ص ۱۲)

ولادت کے وقت بعض واقعات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا، جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر آئے تو دونوں ہاتھوں سے سہارا دیئے ہوئے تھے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں، میں نے اس نور کی روشنی میں شام اور بصریٰ کے محل روشن دیکھے اور خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے بھر گیا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ بنت عبداللہ فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، میں اس وقت پاس تھی میں نے دیکھا ایک نور ہے جس سے گھر بھر گیا ہے، اور ستاروں کو دیکھا کہ جھکے آ رہے ہیں۔ میں نے یہ گمان کیا کہ میرے اوپر آ کر گر جائیں گے۔

(فتح الباری)

نکتہ

ستاروں کے زمین کی طرف جھک آنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ اب عنقریب زمین سے کفر و شرک کی ظلمت اور تاریکی دور ہو گی اور انوارِ ہدایت سے تمام زمین روشن اور منور ہو جائے گی۔

(سیرت المصطفیٰ)

پھر حضرت آمنہ کا دودھ دیا، پھر تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ مجھ پہ ایک تاریکی اور رعب چھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ پھر میں نے ایک کہنے والی کی آواز سنی، کہ کہاں لے گئے تھے، پھر جواب آیا کہ مشرق کی طرف، پھر اس واقعہ کی عظمت برابر میرے دل میں رہی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تو میں اول اسلام لانے والی ہوئی۔ (طیب)

آتش کدہ بجھ گیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ سے ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا، جس سے ان کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتش کدہ جو مسلسل ایک ہزار سال سے روشن تھا، بجھ گیا دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ ان کو دیکھ کر کسریٰ بہت فکر مند ہوا۔

ایک یہودی مکہ شریف آیا ہوا تھا جس شب حضور علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس نے کہا، اے گروہ قریش، تمہارے ہاں آج شب کو کوئی بچہ پیدا ہوا ہے لوگوں نے کہا معلوم نہیں، اس نے کہا آج رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے، لوگوں نے جا کر تحقیق کی تو معلوم ہوا حضرت عبداللہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔

پھر اس یہودی نے آ کر دیکھا اور مہر نبوت کی نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو کہنے لگا کہ نبوت بنی اسرائیل سے تو ختم ہو گئی۔ اے گروہ قریش، سن رکھو، اللہ کی قسم یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق و مغرب سے اس کی خبر شائع ہو گی۔

حضرت عبدالمطلب کا ایک خواب

عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام رکھنے کا سبب ہوا۔

خواب یہ تھا کہ ایک زنجیر میری پشت سے نکلی، جس کی ایک جانب آسمان میں اور ایک زمین میں ہے، ایک سرا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے پھر وہ زنجیر درخت بن گئی جس کے ہر پتہ پر ایسا نور ہے جو آفتاب سے ستر (۷۰) درجہ زائد ہے، اور مشرق و مغرب کے لوگ اس سے لپٹے ہوئے ہیں۔ قریش میں سے کچھ لوگ اس کو کاٹنا چاہتے ہیں اور کچھ لوگ اس کی شاخوں کو پکڑے ہوئے ہیں جو لوگ کاٹنے والے ہیں وہ اس درخت کے قریب آنا چاہتے ہیں اور ایک حسین و جمیل نوجوان ان کو آ کر ہٹا دیتا ہے۔

تعبیر والے نے یہ تعبیر دی کہ تمہاری نسل سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا جس کی مشرق و مغرب میں اتباع لوگ کریں گے اور آسمان و زمین والے

اس کی حمد کریں گے۔

اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد رکھا گیا۔

(روض الانف ج ۱، ص ۱۰۵)

آپ کی والدہ ماجدہ کو بھی خواب میں بتلایا گیا تھا کہ جو حمل ہے جب یہ بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنا۔ ایک روایت میں احمد بھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ارشاد فرمایا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عجیب لطف کی بات دیکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کس خوبی سے قریش کی لعنت ملامت میرے نام پر پڑنے نہیں دیتا۔ وہ مذمم کو برا بھلا کہتے اور لعنتیں برساتے ہیں، میرا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

(بخاری شریف)

نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا بدر عالم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہے جس میں بکثرت تعریف کے اوصاف پائے جائیں۔

اسم محمد، محمود سے زیادہ بلیغ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کہتے ہیں جس کی اتنی تعریف کی جائے جتنی کسی اور بشر کی نہ ہو۔ اس لیے آپ کا نام تورات میں (بھی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ آپ کے اوصاف حمیدہ اور آپ کی امت اور آپ کے دین کے فضائل و کمالات اتنی کثرت سے ذکر کیے ہیں کہ اولوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی آپ کی امت میں ہونے کی آرزو ہونے لگی۔

نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے معنی ہیں سب سے زیادہ بہت تعریف و حمد و ثناء کرنے والا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی ہیں بہت تعریف کیا گیا۔

احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی احمد الحامدین لربہ، یعنی تمام تعریف کرنے والوں میں اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا اور ثنا کا مستحق، اس بنا پر آپ کا نام محمد و احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

پھر ایک لمبی بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے احمد بمعنی محمد ہو یا محمد بمعنی احمد الحامدین ہو، یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حمد کو ہر پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی خصوصیت ہے۔

اسی بنا پر سورۃ الحمد خاص کر آپ ہی کو نصیب ہوئی۔ آپ ہی کی امت کا لقب حمادون ہوا یعنی بہت تعریف کرنے والی امت، اور محشر میں لواء الحمد (حمد جھنڈا) بھی آپ ہی کو ملا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے خاص مقام کا نام مقام محمود ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شریعت میں کھانے کے بعد، پینے کے بعد، دعا کے بعد، کپڑا پہننے کے بعد، سفر سے واپسی کے بعد، غرض بہت سے مختلف مواقع پر خدا کی حمد سکھائی گئی ہے، بالخصوص جتنی بھی خصوصیتیں حمد کی آپ کی ذات کے ساتھ ثابت ہوئی ہیں اتنی کسی اور ذات کے ساتھ نہیں ہیں۔

اس لیے احمد و محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام پانے کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات منتخب ہوئی، اس لیے بھی کہ جس نے آپ سے پہلے یہ نام رکھا، یا آپ کے بعد یہ نام رکھا یا رکھنا اختیار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اتباع میں کیا۔

اللھم صلی علی سیدنا محمد النبی الامی وآلہٖ وبارک وسلم
یا رب صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

عجیب نکتہ

شیخ اکبر یہاں ایک عجیب نکتہ لکھ گئے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں حمد ہمیشہ آخر میں ہوتی ہے، جب ہم کھا پی کر فارغ ہو لیتے ہیں تو خدا کی حمد کرتے ہیں جب سفر ختم کر کے گھر آتے ہیں تو حمد بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کا طویل سفر طے کر کے جنت میں داخل ہوں گے تو خدائے پاک کی حمد بیان کریں گے۔ و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

اس دستور کے مطابق مناسب ہے کہ جب سلسلۂ نبوت رسالت ختم ہو تو یہاں بھی آخر میں خدا کی حمد

ہو۔ اس لیے جو نبی سب سے آخر میں آئے ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا۔ بے شک جو ذات حسن و خوبی کی تمام رعنائیوں، زیبائشوں کا مجموعہ ہو اس کے اسماء بھی اسمائی حسن و خوبی کا مجموعہ ہونے چاہئیں۔

(ترجمان السنۃ ص ۴۵۴)

اب چند خصوصی صفات تحریر ہیں:

آپ کی آنکھیں سوتی اور دل بیدار رہتا تھا

آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب معراج ہوا تو اس سفر سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ تین فرشتے آئے۔ ایک نے کہا، وہ سونے والوں میں کون ہیں، دوسرے نے جواب دیا جو درمیان میں لیٹا ہوا ہے، تیسرے نے کہا، اچھا جو سب سے افضل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تو آپ کی آنکھیں سوتی تھیں، اور دل بیدار رہتا تھا اور یہ فرمایا تمام پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے۔

(ترجمان السنۃ ص ۴۳۲)

حضور علیہ السلام کی نظر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بلند مقاموں میں کسی مقام پر چڑھے اور فرمایا تم دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں، صحابہ کرام نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح برس رہے ہیں جیسے بارش۔

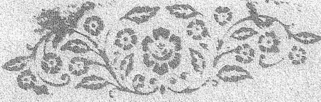
نبی اپنی پشت کی جانب سے بھی دیکھ سکتا ہے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، میرا قبلہ توجہ صرف سامنے کی طرف ہی سمجھتے ہو، خدا کی قسم میں تمہارا رکوع کرنا اور تمہارا قلبی خوف بھی مجھ پر پوشیدہ نہیں رہتا، میں تمہیں اپنی پشت و جانب سے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں۔

(بخاری)

رباعی

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر



غزل

حکیم افتخار فخرؔ ۔ منڈی بہاؤالدین

یقین کر لے تجھے راحت کبھی اے دل نہیں ہو گی
توکّل کی اگر دولت تجھے حاصل نہیں ہو گی!

اگر تجھ کو سراپا درد بن جانا نہیں آتا
تو پھر اے زندگی تو پیار کے قابل نہیں ہو گی

تو جس انداز میں آئے تجھے پہچانتے ہیں ہم
طبیعت تجھ پہ اے دنیا کبھی مائل نہیں ہو گی

بس اتنا ہے غمِ جاں سے مقدّم ہو غمِ جاناں
یہ مشکل جب بھی حل کر لی کوئی مشکل نہیں ہو گی

تمنّاؤں کے مرکب سے نہ اُترا تُو جو اے راکب
تو جس منزل پہ پہنچیگا تری منزل نہیں ہو گی

ابھی تحقیق ہو جاتی ہے خونِ دل کیا کس نے
نہ شرمائی جو تیری آنکھ وہ قاتل نہیں ہو گی

اسی قابل تجھے سمجھا وہ غم دے کر تجھے خوش ہیں
خوشی اے فخرؔ کوئی بھی ترے قابل نہیں ہو گی

منظور شدہ محکمہ تعلیم: ۱:- لاہور بذریعہ چٹھی نمبری ۱۹۳۲۱ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۶ء ۲:- پشاور بذریعہ چٹھی نمبری ۲۳۷ TBC - ۳۸۱ مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۵۳ء ۳:- کوئٹہ بذریعہ چٹھی نمبری DDA-۹۰۲۰۷۶۷/۹/۳۹ مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۶۳ء ۴:- راولپنڈی بذریعہ چٹھی نمبری [illegible]

